ISSN 2395 - 1494

بیادگار: الحاج حافظ محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

جنوری ۲۰۲۲ء -/25
January-2022

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کے بنیادی اسباب

بھارت کے ازہری علمائے کرام سے ایک مؤثر گفتگو

## بھارت کا سواد اعظم ناموس رسالت پر بھی ایک ہونے کو تیار نہیں

آج بھارت کے مسلمان، سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے شر پسند فرقہ پرست عناصر کی جانب سے اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی اور توہین کی ذلت اٹھارہے ہیں اور جب تک اُن کی طرح ایک ہوکر مقابلہ نہیں کریں گے تب تک ذلت و بے غیرتی کی مار جھیلتے ہی رہیں گے۔ سبھی بد دماغ اور گستاخ ایک ہو گئے ہیں لیکن عاشقان رسول ایک ہونے کو تیار نہیں

## یوپی میں اکھلیش جی اویسی سے اتحاد کیوں کریں؟

یہ سوچ صرف اکھلیش ہی کی نہیں بلکہ تقریباً ہر سیکولر پارٹی ایسا ہی سوچتی ہے۔ اُنہیں لگتا ہے کہ ایک بار مسلم قیادت سیٹ ہوگئی تو وہ کہاں جائیں گے؟ اب مسلم قیادت کو روکنے کے لئے ہر سیکولر پارٹی کے پاس ایک ہی مجرب نسخہ ہے کہ مسلم قیادت کو آر ایس ایس اور بی جے پی کا ایجنٹ کہتے رہیں۔ سیکولر پارٹی کا فرمان سننے کے بعد مسلم قوم بھی یہی بولی بولنے لگتی ہے اور مسلم قیادت کچھ ہی سالوں میں ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان نسل در نسل سیکولر پارٹیوں کی دری بچھانے میں ذرہ برابر شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔

رضوی کتاب گھر اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی سے حاصل کریں

مظہر علوم اعلیٰ حضرت، نائب ملک العلماء، استاذِ مطلق حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر مبنی سہ ماہی **المختار** کلیان کی شاندار پیش کش
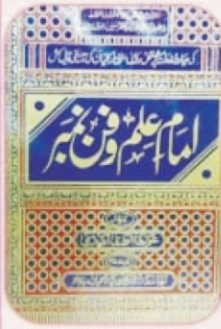
**ترتیب وتہذیب:** مولانا احمد رضا مصباحی

**اہتمام وتعاون:** مولانا محمد مسعود رضا قادری، مولانا محمد جہانگیر اشرف رضوی

**تصحیح ونظرثانی:** مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، مفتی حسن منظر قدیری، مفتی امجد رضا قادری

**۲۰، ابواب ہیں اور ۱۰۵ مقالے۔ ۲۵ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے تاثرات ہیں**

**پہلا باب:** تاثراتی کلمات مشائخ عظام۔ **دوسرا:** تاثرات دانشور علمائے کرام
**تیسرا:** امام علم وفن کے اساتذہ ومشائخ۔ **چوتھا:** سیرت وسوانح
**پانچواں:** خصائل وفضائل۔ **چھٹواں:** تفہیم وتدریس۔ **ساتواں:** فقہ وافتا
**آٹھواں:** مظہر علوم اعلیٰ حضرت۔ **نواں:** عصری وسائنسی علوم۔ **دسواں:** تحقیق وتنقید
**گیارھواں:** زبان وادب۔ **بارھواں:** جامع علوم وفنون۔ **تیرھواں:** معروف تلامذہ۔
**۱۴واں:** جو آنکھوں نے دیکھا۔ **۱۵واں:** غروب آفتاب۔ **۱۶واں:** عربی انگریزی مقالے۔
**۱۷واں:** منظومات۔ **۱۸واں:** پیغامات ومکتوبات۔ **۱۹واں:** اخباری تراشے۔
**۲۰واں:** عکوس ونوادرات

78274 20875 / 9911971593 / 9350505879

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
- سید محمد مہدی میاں چشتی (اجمیر شریف)
- پروفیسر عون محمد سعیدی (پاکستان)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- سید احسن اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)
- ڈاکٹر امجد رضا امجد قادری (پٹنہ)
- مولانا محمد افروز قادری فہمی چریاکوٹی

## سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضلِ حق چشتی خیر آبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق وصداقت کا نقیب وترجمان

## مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدر آباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد شاکر علی نوری (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

# ماہنامہ کنز الایمان دہلی

جنوری ۲۰۲۲ء

جمادی الاول/جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ

جلد ۲۵ — شمارہ ۱

## مجلسِ ادارت

| | |
|---|---|
| مدیر مسئول | محمد ظفر الدین برکاتی |
| منیجنگ ایڈیٹر | محمد احمد رضوی |
| سرکولیشن منیجر | مطیع الرحمٰن اعظمی |
| معاون منیجر | محمد اکبر علی رضوی |
| اشتہار منیجر | امام الدین قیصر |
| تزئین کار | محمد نظام الدین انصاری |
| آپریٹر | صغیر احمد مصباحی |

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

## تفصیلِ ممبرشپ

| | |
|---|---|
| قیمت فی شمارہ | ۲۵ روپے |
| سالانہ | ۳۰۰ روپے |
| اعزازی | ۵۰۰ ر |
| تاحیات | ۱۰۰۰۰ ر |
| بیرونِ ممالک | ۳۰ امریکی ڈالر |
| تاحیات | ۲۰۰۰ امریکی ڈالر |


Published, Printed & On Behalf Of
**Mohammed Qamruddin Razvi**
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran, Lal Kuan, Delhi-06
**Published From**
**Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06


ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

**نوٹ** رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)


Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

# آئینۂ کنز الایمان

**اداریہ**

# بھارت کا سوادِ اعظم ناموس رسالت پر بھی ایک ہونے کو تیار نہیں

**محمد ظفر الدین بر کاتی**

گزشتہ چھ مہینوں سے ہم دیکھ رہے ہیں اور آپ بھی محسوس کر رہے ہوں گے کہ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے بھارت کے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا چھ سات طبقہ الگ الگ مختلف انداز کی تحریکیں چلا رہا ہے لیکن بری طرح ناکام ہے۔اس کی وجہ صرف ایک ہے کہ ایک کام ہے اور ایک ہی جماعت ہے لیکن راستے الگ الگ ہیں۔اگر سب ایک ہوجائیں اور کسی طے شدہ اقدام پر جمع ہوجائیں تو بآسانی کامیاب ہوسکتے ہیں حالاں کہ ہر طبقے کا یہ ماننا ہے کہ دستوری اور جمہوری بھارت میں اِس سلسلے میں سب سے کامیاب طریقہ قانونی چارہ جوئی ہے لیکن اتنی بڑی جماعت کے پاس اتنی مفلسی ہے کہ قانونی چارہ جوئی کے لئے لازمی رقم جمع کرنا مشکل ہے جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالت کی الگ الگ تحریک کے لئے بھی اچھی خاص رقم مسلسل خرچ ہورہی ہے اور آپ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ لاک ڈاؤن کے بعد حسب روایت خرچیلے جلسے اور عرس بھی روایتی دھوم دھام سے شروع ہوگئے ہیں۔عرس اور جلسہ سے متعلق ہم نے کسی کی زبانی یہ نہیں سنا کہ بے روزگاری ہے،مہاماری ہے اور کاروبار بند ہے جس کی وجہ سے عرس اور جلسے کو کفایت سے کرلیا جائے لیکن تحفظ ناموس رسالت کے لئے قانونی چارہ جوئی کا مسئلہ آتا ہے تو سب سے پہلے مالی پریشانی، بے روزگاری اور کاروبار بندی کی دہائی دی جاتی ہے کہ پوری امت مالی بحران کا شکار ہے،اس لئے قانونی چارہ جوئی کے لئے رقم جمع کرنا مشکل ہے۔

یعنی ہمارا عشق رسالت محض دِکھاوا ہے اور تحفظ ناموس رسالت سے متعلق ہمارے جذبات محض جھوٹے ہیں ورنہ واضح طور پر خالص مستحب اور غیر ضروری اعمال و معمولات کے لئے ہمارے یہاں بزرگوں کے نام پر دامے دِرمے کی مثال پیش کرنے والی غیرت مند مسلمانوں کی بھاری تعداد ہے لیکن بزرگان دین کے آقا و مولیٰ اور معصوم پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت و ناموس کے نام پر لازمی رقم دینے والے غیرت مند مسلمانوں کا بحران ہے۔یہ پہلو بڑا ہی افسوس ناک ہے۔

عجیب صورت حال ہے کہ سچ کہو،تب بھی خیر نہیں اور سچائی سے آنکھیں بند رکھو،تب بھی بے غیرتی کا سانپ ڈستے رہتا ہے کہ ہمارا وجود کس کام کا جب ناموس رسالت پر مسلسل حملے ہورہے ہیں اور قرآن و پیغمبر اسلام کی توہین کی جارہی ہے اور ہم اپنی مظلومی کا مرثیہ لکھتے پڑھتے رہیں۔اب اپنی ہی غیرت پر لعنت بھیجنے کو جی کرتا ہے۔

پہلے ہم ہم سرکاری شرپسند یتی نرسنگھانند کو سزا دِلانے میں ناکام رہے پھر مرتد وسیم رشدی (ہر بیر نرائن سنگھ تیاگی) کو لگام دِلانے میں ناکامی جھیل رہے تھے کہ تری پورہ میں ایک نئی گستاخی کا مسئلہ کھڑا کیا گیا،اُس پر میمورنڈم پیشی، کاروبار بندی، دیش بندی، ایف آئی آر درج کرنے کی منصوبہ بندی کررہے تھے کہ آج ایک نصابی کتاب میں پیغمبر اسلام اور حضرت جبرئیل کا خاکہ شائع کرنے کی جسارت کردی گئی یعنی گزشتہ چھ مہینوں سے مسلسل ہماری ایمانی غیرتوں کی پیمائش جاری ہے اور ہم ایک جماعت ہوتے ہوئے بھی ایک مشترکہ عمل میں ناکام ثابت ہورہے ہیں۔

خاکہ شائع کرنے کی یہ جسارت دہلی کے جے سی پبلی کیشن نے کی ہے اور انڈین سرٹیفکیٹ آف سکنڈری ایجوکیشن (ICSE) کے نصاب میں شامل تاریخ کی کتاب میں حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خاکہ شائع کیا ہے، کہا جارہا ہے کہ یہ کتاب بڑی تیزی سے کشمیر کے سرحدی اسکولوں میں پھیلائی جارہی ہے۔آئی سی ایس ای،کونسل فار دی انڈین اسکول سرٹیفکیٹ اگزامینشن کے تحت چلنے والا ایک پرائیویٹ تعلیمی بورڈ ہے جو ۱۹۸۶ء کی انڈین ایجوکیشن پالیسی کے تحت دسویں تک کے اسکولی نصاب کی کتابیں فراہم کرتا ہے۔

یعنی بھارت کے مسلمان آج سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے شرپسند فرقہ پرست عناصر کی جانب سے اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی اور توہین کی مار جھیل رہے ہیں اور جب تک ان کی طرح ایک ہوکر مقابلہ نہیں کریں گے تب تک بے غیرتی کی مار جھیلتے ہی رہیں گے۔سبھی گستاخ ایک ہوگئے ہیں لیکن عاشقان رسول ایک ہونے کو تیار نہیں۔○

z.barkati@gmail.com

**انوارِ قرآن**

# غصہ خوشگوار زندگی کو تباہ کر دیتا ہے

**افتخار احمد قادری★**

غصہ اور غضب کرنا انسان کی فطرت ہے لیکن اس کی انسانی نہیں حیوانی خصوصیت ہے لیکن شرف انسانیت اس کو قابو میں رکھنا ہے۔ غصہ کا ظہور اُس وقت ہوتا ہے جب انسان کی مرضی کے خلاف کوئی عمل سامنے آتا ہے، وہ جس درجہ انسان کو ناگوار ہوگا اور جس درجہ اس کی خواہش نفس کے خلاف ہوگا غصہ بھی اسی شدت کے ساتھ ہوگا۔ درحقیقت غصہ انسان کی اپنی عظمت، انا کا اظہار ہے، جو شرعاً قطعاً حرام اور معصیت ہے۔ غصے کے معاملے میں بھی انسانی طبائع جداگانہ ہیں بعض لوگ گھر میں شیر ہوتے ہیں اور بیوی بچوں اور گھر والوں پر سخت غصہ کرتے ہیں جب کہ گھر سے باہر دوستوں میں انہیں کبھی غصہ نہیں آتا، آتا ہے تو وہ اُسے ضبط کر لیتے ہیں، دوسروں کو اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا جبکہ بعض لوگ اس کے برعکس گھر میں بالکل غصہ نہیں کرتے اور گھر سے باہر اُنہیں بہت غصہ آتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں جن پر ہر وقت غصہ سوار رہتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ بدخلق اور بدمزاج سمجھے جاتے ہیں۔

عام طور سے غصہ انسان کو اپنی انا کے احساس سے آتا ہے اس کی انا، اپنے ارادہ و خواہش نفس کی مخالفت برداشت نہیں کر پاتی، اس کی قوت برداشت مغلوب ہو جاتی ہے اور وہ غضب ناک ہو جاتا ہے، اس کے نتیجے میں اس سے ایسے ایسے افعال و اقوال کا صدور ہوتا ہے جو خود اس کی ذات کے لئے اور دوسروں کے لئے سخت اذیت ناک اور رسوا کن ہوتے ہیں اور نہایت برے نتائج سامنے آتے ہیں۔ غصے کا انجام جذبہ انتقام ہے جس کے نتیجے میں اکثر قتل بھی واقع ہو جاتے ہیں اور املاک تباہ ہو جاتے ہیں۔ غصہ ایک ایسے تغیر اور کیفیت کا نام ہے جو خون میں شدت حرارت یا اِلتہاب ناری سے پیدا ہوتی ہے۔ غصہ کرنے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ اس ذریعے سے وہ اپنی عظمت و انا کا اظہار کرے اور طمانیت و سکون حاصل کرے لیکن نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلتا ہے، طرح طرح کی الجھنیں بڑھ جاتی ہیں، اور نئی نئی سخت مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اگر غور کیا جائے تو غصہ کے نقصانات بے اندازہ ہیں۔

**غصہ کے مضر اثرات:** غصہ کی حالت میں اعصاب میں سخت تناؤ پیدا ہو جاتا ہے بظاہر جسمانی قوت بڑھ جاتی ہے لیکن قوت عقل مضمحل اور مختل ہو جاتی ہے سوچنے سمجھنے کی قوت مفلوج ہو جاتی ہے، غصہ انسان کے سکون و اطمینان کو غارت کر دیتا ہے سانس چڑھ جاتا ہے، جسم کانپنے لگتا ہے، معدہ کا نظام ہضم خراب ہو جاتا ہے، دل میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد ایک قسم کی گھبراہٹ اور ضعف کا احساس ہوتا ہے بھوک بھی غائب ہو جاتی ہے، غصہ کی حالت میں قبول حق کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور فہم و فراست کا فقدان ہو جاتا ہے، غصہ کی حالت میں کبھی کبھی خون کا جوش اس قدر شدید ہو جاتا ہے کہ دماغی رگیں پھٹ جاتی ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے، غصہ کرنے والا جہاں دوسروں کی عزت و آبرو کو پامال کرتا ہے خود اپنی عزت و آبرو اور احترام کو غارت کر لیتا ہے، غصہ کرنے والے کو لوگ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ اس سے بچے رہنے کی کوشش کرتے ہیں، غصہ اور غیض و غضب باہمی نزع، سر پھٹول اور قتل و خون کا بڑا سبب ہے۔ اکثر جنگیں غیظ و غضب کے نتیجے میں ہوتی ہیں۔

غصہ اور غضب قاطع محبت ہے، اتحاد کو غارت کرتا ہے باہمی نفرت پیدا کرتا ہے، غصہ کی حالت میں نہ وکیل بحث کر سکتا ہے، نہ جج فیصلہ دے سکتا ہے، نہ استاد پڑھا سکتا ہے نہ شاگرد پڑھ سکتا ہے، غصہ نماز روزہ اور حج اور جملہ عبادات کا دشمن ہے۔ غصہ کی حالت میں کوئی عبادت قبول نہیں، غصہ کی حالت میں بیہودگی، لغو گوئی اور طعنہ زنی پیدا ہوتی ہے جو شرافت نفس اور حسن اخلاق کو ضائع کرتی ہے۔

جس پر غصہ کیا جائے اُسے سخت ایذا پہنچتی ہے اور ایذائے مسلم حرام اور اللہ رب العزت کی ناراضگی کا سبب ہے، غصہ دعا کی قبولیت کا دشمن ہے اور غصہ کرنے والا عند اللہ معتوب اور قابلِ مواخذہ ہے، غصہ کے مہلک و مضر اثرات و نتائج جب سامنے آتے ہیں تو بجز ندامت و شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ غصہ بڑی مہلک بیماری

ہے اوراس کے نتائج بڑے خطرناک ہیں۔

اکثر طلاقیں، زن وشوہر میں جدائی اسی غصہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور تمام گھریلو جھگڑے اِس غصہ کو قابو میں نہ کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔غصہ پر سکون اور خوشگوار زندگی کو تباہ کر دیتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں غصہ کرنے سے بتا کید منع فرمایا گیا ہے۔

ایک شخص نے حضورا کرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا غصہ نہ کرو۔اس نے پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر یہی جواب عنایت فرمایا غصہ نہ کرو۔اس نے تین بار سوال کیا ہر بار آپ کا یہی جواب تھا کہ غصہ نہ کرو۔آپ کا غصہ نہ کرنے پر زور دینا اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کس درجہ مہلک اور تباہ کن ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کی تخلیق آگ سے ہوتی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب تمہیں غصہ آئے تو وضوکرو(غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا)

حدیث پاک میں غصہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے بڑی سہل اور موثر تدبیر بتلائی گئی ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب تمہیں غصہ آئے اگر تم کھڑے ہوتو بیٹھ جاؤ پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہوتو چت لیٹ جاؤ (اس ترکیب سے غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا) آپ نے فرمایا، زورآور پہلوان وہ نہیں جومنوں بوجھ اٹھالے،حقیقت میں پہلوان وہ ہے جوغصہ کے وقت اپنے کوقابو میں رکھے یعنی وہ زبردست قوت برداشت رکھتا ہے۔

حضوراکرم ﷺ نے ارشادفرمایاتم میں سے بہتر وہ ہے جسے غصہ بہت دیر میں آئے پھرفوراً ہی ختم ہوجائے اور بدترین شخص وہ ہے جسے غصہ فوراً آجائے اور لمبی مدت تک رہے۔آپ نے فرمایا کہ غضب سے بچو کیونکہ قلب انسان پر بھڑکتی ہوئی ایک چنگاری ہے کیا نہیں دیکھتے کہ بحالت غضب وغصہ گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں۔

قرآن کریم میں رب تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی اور پسندفرمایا ہے جوغصہ کو پی جاتے ہیں اور معاف کردیتے ہیں:

**والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔**

(سورہ آل عمران آیت ۱۳۴)دوسری جگہ ارشادفرماتا ہے:

**اذا ما غضبوا ھم یغفرون۔** (سورہ شوریٰ آیت ۳۷)

جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں یعنی ایسے لوگ جوغصہ کرکے فوری طور پر معاف کر دیتے ہیں اور کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرتے لائق ستائش ہیں اور عنداللہ اجر پائیں گے۔

ایک حدیث میں حضور پاک علیہ السلام فرماتے ہیں، جوغصہ کو پی جائے کہ وہ انتقام لے سکتا تھا اور تحمل و برداشت وعفوودرگزر سے کام لے،اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اختیار عطا فرمائے گا کہ حوران بہشت میں جس کو چاہے پسند کرلے۔غرض اللہ تعالیٰ جل وعلا اور اس کے محبوب پاک علیہ السلام نے غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور غصہ پر قابو پانے کی نہ صرف ترغیب دی ہے بلکہ اس پر قابو پانے کی تدبیر بھی بیان فرمادی اور غصہ پر قابو رکھنے والوں اور معاف کرنے والوں کی تعریف کی ہے اس لئے ہر ممکن طریقے سے ہمیں غصہ سے بچنا اور دور رہنا چاہیے۔اللہ رب العزت مجھے اور تمام مسلمانوں کوتوفیق عطا فرمائے کہ ہم غصہ نہ کریں اور پورے طریقے سے غصہ کو قابو میں رکھیں۔

اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والو! اللہ سے ڈرو اور غصہ کرنا چھوڑ دو اور دیکھو کہ اِس غصہ نے قوم کو کیسے تباہ کردیا ہے۔ اِس غصے کی بدولت گھروں میں جھگڑے اور نااتفاقیاں ہیں،خاندانوں میں اور بھائی بھائی میں جھگڑے ہیں۔گلی گلی کوچے میں لڑائیاں ہیں، مدارس میں، دارالعلوم میں، یونیورسٹیوں میں، تعلیمی اداروں میں، علم دین رکھنے والے علماء میں، مدرسین، معلمین اور طلباء میں جھگڑے ہیں، خانقاہیں بھی بچی ہوئی نہیں ہیں اسی غصہ پر کنٹرول نہ کرنے سے پوری قوم تباہی اور ہلاکت کے گڈھے میں گرگئی ہے۔آپس کی خیرخواہی ختم ہوگئی ہے، اتحاد درہم برہم ہوگیا ہے۔ایک دوسرے کی عزت وآبرو اور جان ومال کا کوئی احترام نہیں بے دریغ جان ومال اور املاک کونقصان پہنچاتے ہیں۔غصہ ناک پر رکھا ہے کسی قیمت پر غصے کوضبط نہیں کرتے۔

ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری فلاح و بہبود صرف اللہ و رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری میں ہے۔اگر ہم نے ضبط وتحمل سے کام نہ لیا اور تم یوں ہی لڑتے رہے اور غصہ کرتے رہے، تو ذلتوں کی گھاٹیوں میں گرتے رہوگے۔

☆☆☆

☆ کریم گنج پورن پور،ضلع پیلی بھیت،مغربی اتر پردیش
8954728623

انوار حدیث

# صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کے بنیادی اسباب

محمد اکبر علی برکاتی★

''سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔(سورہ توبہ، آیت ۱۰۰)

فضائل صحابہ بیان کرنے والی دو احادیث کو ملاحظہ فرمالیجئے:

سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا؛ میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا راہِ خدا میں خرچ کردے، تب بھی میرے صحابی کے ایک ''مد'' (تقریباً ۴۲۰ گرام) بلکہ آدھے ''مد'' (۲۱۰ گرام) خرچ کے برابر بھی اجر کو نہ پہنچے گا۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ عزوجل سے ڈرو۔ میرے بعد اُنہیں طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنانا۔ جو اُن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے، وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ستایا، اُس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اُس نے اللہ جل شانہ کو ستانے کی کوشش کی اور جس نے اللہ جل جلالہ کو ستانا چاہا، اللہ عزوجل اس کی گرفت فرمائے گا۔

## رافضیت کا آتش فشاں کیوں پھوٹا؟

جب ہم اقوام اور مذاہب و مسالکِ عالم کے عروج و زوال کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدائی قوت و قدرت کے بعد دنیا میں جس قوت و طاقت کے احکام پر عمل کیا جاتا ہے وہ حکومت کی طاقت ہے۔ تہذیب و تمدن، مذہب و مسلک اور فکری عروج و زوال پر حکومتی قوت کا بہت بڑا عمل دخل رہا ہے اور رہے گا۔ ۱۹۷۹ء میں ایران میں رضا شاہ پہلوی کی حکومت کا خاتمہ ہو کر رافضی حکومت قائم ہوئی۔ اس کے بعد ایران تقریباً سات برسوں تک عراق کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا۔ جنگ بندی کے بعد عراق نے کویت پر حملہ کیا۔ اس فوجی مہم کا نام 'اُم المعارک' تھا۔ اس کے بعد امریکہ اور یوروپ بلکہ آدھی سے زیادہ دنیا نے عراق پر فوجی حملہ کردیا۔ اس کے نتیجے میں ۲۰۰۳ء میں صدام حسین کی حکومت ختم کردی گئی۔ چونکہ عراق میں حملے کے وقت عراقی رافضیوں نے ہر طرح امریکہ اور اس کے حواریوں کی مدد کی تھی، اسی وجہ سے صدام حسین کی حکومت ختم ہونے کے بعد امریکیوں نے اپنے اشارۂ ابرو پر چلنے والے رافضیوں کو حکومت سپرد کی۔ اس طرح عراق میں بھی رافضیوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ اب ایرانی رافضیوں کا سب سے بڑا اور مضبوط دشمن ختم ہوگیا۔

اب ایران، عراق، شام، اردن اور کچھ یمن میں بھی رافضی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ جب معدنیات سے مالا مال اس قدر بڑے رقبے کی حکومت روافض کے ہاتھ آگئی تو شیطانی گُپھا میں چھپی ہوئی رافضیت کی مکار لومڑی باہر آگئی۔ شہنشاہ ہندوستان جلال الدین اکبر کے ''دین الٰہی'' کی طرح دولت کے زور پر رافضیت کو بھی ترقی دینے کی منصوبہ بندی کی گئی۔ خصوصاً ہندوستان کے بھولے بھالے مسلمان جو اہل بیت اطہار کی محبتوں سے سرشار ہیں، انہیں رافضی بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے لگے لیکن کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو اپنے معتقدات سے پھیر لینا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے گلی گلی تبلیغی جماعت کی طرح پھر کر بھی کامیاب ہونے کی اُمید نہ تھی کیونکہ جیسے ہی بے پڑھا لکھا مسلمان بھی یہ دیکھے گا کہ یہ رافضیت کی دعوت دے رہے ہیں، تو فوراً الگ ہو جائے گا۔ لہٰذا گلی گلی گھومنے اور مشکوک کامیابی سے بچنے کے لئے ایرانیوں نے اپنے سفارت خانوں کے ذریعے جاہل و لالچی قوم اور جنت کے ٹھیکیداروں کو ہی خریدنے کا منصوبہ بنا ڈالا۔

انہیں اس کام کے لئے درگاہوں کے جاہل مجاوروں سے سستا کوئی نہ ملا۔ گاڑی، بنگلہ اور بینک بیلنس کی محبت میں اندھے ہوئے باپ دادا کے مزارات کی آمدنی پر پلنے والے ان لوگوں کی طرف رافضیوں

نے جیسے ہی مُردار دُنیا کے چند لوتھڑے پھینکے، یہ گِدھوں کی طرح ان پر جھپٹ پڑے۔ جن کے باپ دادا پکے سنّی تھے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ رافضیوں کے اسٹیج پر اُن کی شان میں قصائد پڑھتے نظر آئے۔ رافضی مولویوں کو حضرت، حضور، کعبہ وقبلہ اور قائد وغیرہ کہنے لگے۔

رافضیت کی طرف سب سے تیز دوڑ لگانے والوں میں ایک خانقاہ کے مجاور کا علمی مقام تو یہ ہے کہ جامعہ اشرفیہ میں جماعتِ اولیٰ میں تین مرتبہ فیل ہوا ہے، باقی آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہندوستانی سیاست میں جو دسویں کلاس بھی پاس نہیں ہو پاتا، وہ نیتا بنتا ہے۔ اسی طرح جو قرآنِ پاک کا اچھا حافظ اور دین کا اچھا عالم نہیں بن پاتا، وہ جھاڑ پھونک کرنے والا بابا، یا، پیر بنتا ہے۔ مجاوروں اور پیروں کو خریدنے کی وجوہات یہ تھیں کہ ہر پیر کے ہزار، دس ہزار یا اُس سے زیادہ مرید ہوتے ہیں اور مجاوروں کا رابطہ درگاہ ہمیں آنے والی عوام سے رہتا ہے۔ مجاور اور پیر کو گمراہ کرنے سے وہ ہزاروں مریدین و معتقدین بھی مفت میں بغیر محنت کے گمراہ کرنے کو مل جاتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حضراتِ علمائے کرام آسانی سے ان کا رَد نہ کر پائیں گے کیوں کہ جن سجادوں اور اُن کے بیٹوں کے ابھی تک ہاتھ چومتے رہے، ولیِ کامل، قطبِ وقت اور نہ جانے کیا کیا کہتے رہے، ایک دَم سے ان کی مخالفت کرنے کے لئے سوچنا پڑے گا۔ اب حال یہ ہے کہ اگر کوئی حق گو عالم زبان کھولتا بھی ہے تو مرید نما غنڈوں سے جان و مال، عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں بلکہ کرواتے بھی ہیں جو دیگر حق گو علما کے لئے درسِ عبرت بن جائے۔ مزید یہ کہ عوام میں ایسے عالم دین کو اہلِ بیت اطہار کا گستاخ، بنی اُمیہ کا طرف دار اور یزیدی و خارجی مشہور کیا جاتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر رافضیت کی مہم کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے جاہل پیر ایرانیوں کو شہ سوار نظر آئے۔ اب بقول ان جاہل پیروں کے ۲۳۵ خانقاہوں کو انہوں نے اپنا ہم خیال بنا لیا ہے اور ڈیڑھ سو سے زائد خانقاہوں کے نمائندے سمّیلن میں شریک ہوئے لیکن چند کے علاوہ سب خانقاہوں کی فہرست جاری نہیں کی گئی۔ کاش فہرست نمایاں کر دیتے تو کم از کم یہ تو معلوم ہو جاتا کہ کون کون لوگ متاعِ کوچہ و بازار بن کر رافضیوں کے غلام ہو گئے ہیں۔

رافضیوں کے لئے مزارات کے جاہل مجاوروں کا شکار کرنا اِس لئے بھی آسان ہوا کہ اکثر درگاہوں میں آرام فرما بزرگ حضرات سادات کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں جن کے موجودہ پیر نما مجاورین کی اکثریت علم دین کی عین سے بھی واقف نہیں۔ اگر یقین نہ آتا ہو تو بڑی بڑی درگاہوں پر نظر ڈالیے، نوے فیصد سجادے اچھے عالم و حافظ نہ ملیں گے۔ انہیں سمجھایا گیا کہ تم سیدنا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہو، افسوس ہے کہ تم علوی فاطمی ہو کر تیمی (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق)، عدوی (سیدنا حضرت عمر فاروق)، اُموی (سیدنا حضرت عثمان غنی و سیدنا حضرت معاویہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریفیں کرتے ہو؟ یہ بھی کہا گیا کہ جس نے بھی خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی، انہیں خلیفہ راشد مانا، وہ (رافضیوں کے مطابق) سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق غصب کرنے میں مدد کرنے والا دشمن ہے اور تم ان کی اولاد ہو لہٰذا وہ تمہارا بھی دشمن ہونا چاہیے۔ اس طرح بے پڑھے مجاوروں کے دلوں سے اخوتِ اسلامی و محبت دینی نکال کر نسبی تفاخر اور نسلی تعصب بھر دیا۔ حالانکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسلی تفاخر و نسبی برتری کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور بہت تاکید کے ساتھ اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

سیدنا حضرت ابونضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی اس شخص نے جس نے ایام تشریق میں حجۃ الوداع کے موقع پر خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ فرماتے سنا تھا۔ اے لوگو بغور سن لو! تمہارا پیدا کرنے والا ایک اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی غیر عربی پر، کسی غیر عربی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو کسی گورے پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر ہاں متقی سب سے افضل ہے۔ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ فرما دی۔ (مسند احمد)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: جس مرض میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اُسی میں ایک مرتبہ اپنے سر مبارک میں کپڑے کی پٹی باندھے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ منبر پر جلوہ فرما ہو کر اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا، لوگو! میں نے اپنی جان اور مال کے ذریعے ابوبکر سے زیادہ میری مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر انسانوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت سب سے افضل ہے۔ ابوبکر کے چھوٹے دروازے (کھڑکی) کے علاوہ مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دو۔ (صحیح بخاری)

یہ حدیث پاک مختلف طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث کی تمام

کتابوں میں ہے۔ بہت سی باتوں کے ساتھ اس میں اخوتِ اسلامی کو افضل فرمایا ہے مگر آج نسل و نسب پر فخر کرنے والے، اپنے نسب ہی کو مدارِ فضل مانے بیٹھے ہیں۔ میرے کچھ تلخ پسندیدہ اشعار میں سے ایک یہ ہے:

ہے مومن متقی قرآن کے اسلام میں افضل
مجاور کی اگر مانیں برہمن واد جیسا ہے

اللہ عزوجل کو محبوب نسب بھی ملاحظہ فرمالیں:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ایک پکارنے والا پکارے گا: اے لوگو! اللہ عزوجل نے فرمایا ہے؛ ایک نسب مَیں نے بنایا اور ایک نسب تم نے بھی بنایا۔ میرا بنایا نسب یہ ہے کہ جو جتنا مجھ سے ڈرنے والا ہے، وہ اتنا ہی مکرّم و معظم ہے لیکن تم نے اس بات کا انکار کیا اور تم کہتے ہو کہ فلاں بن فلاں، فلاں ابن فلاں سے بہتر ہے۔ لہٰذا آج کے دن میں اپنے بنائے ہوئے نسب کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے ذریعے بنائے ہوئے نسب کو پستی میں ڈالتا ہوں۔ کہاں ہیں متقی؟ (یعنی متقی آئیں تاکہ میں انہیں بلند درجات عطا فرماؤں) (امام طبرانی کی معجم صغیر)

**دینی محبت کرنے میں ثواب ہے:** موٹے طور پر محبت و حمایت کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک نسبی یعنی ہم کسی سے اس وجہ سے محبت کرتے ہیں یا اُس کی حمایت کرتے ہیں کہ وہ ہمارا خاندانی یا رشتے دار ہے۔ اس سے غرض نہیں کہ وہ دینی یا سماجی اعتبار سے اچھا ہے یا بُرا۔ باپ بیٹے، بیٹی، بھائی بھائی، بھائی بہن، چچا بھتیجے، وغیرہ میں جیسی محبت ہوتی ہے، اسی قسم کی محبت جناب ابو طالب کو حضور اقدس ﷺ سے تھی بلکہ ایک روایت کے مطابق اعلانِ نبوت کے بعد ایک مرتبہ ابولہب نے بھی ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے قریش کے مقابلے میں آپ ﷺ کی حمایت کی تھی لیکن جو محبت انسان کو اللہ عزوجل کا محبوب بنادے اور جہنم کی آگ سے بچا کر جنت عطا فرمادے، وہ ایمانی و دینی محبت ہے، صرف نسبی و نسلی نہیں۔ اگر ایمانی محبت ہے تو نسبتیں، محبتیں فائدہ دیں گی لیکن اگر ایمانی محبت نہیں تو تمام محبتیں بے فائدہ ہیں۔

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: حضور اقدس سید عالم ﷺ نے فرمایا؛ سب سے افضل عمل اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اُسی کی رضا کے لئے کسی سے عداوت کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

سیدنا حضرت برا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی سب سے مضبوط گرہ (گانٹھ) اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کسی سے محبت کرنا ہے اور اسی کی رضا کے لئے کسی سے عداوت کرنا ہے۔ (مصنف ابن ابوشیبہ)

سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضور نبی کریم ﷺ نے ہمارے درمیان تشریف فرما ہو کر فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ راوی کہتے ہیں: ہم میں سے کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! نماز ہے۔ کسی نے زکوٰۃ کہا تو کسی نے جہاد کو سب سے افضل عمل بتایا۔ تب حضور آقا کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اسی کی رضا کے لیے کسی سے عداوت کرنا سب سے پسندیدہ عمل ہے۔ (مسند احمد)

اِن احادیثِ کریمہ سے سمجھ میں آیا کہ اللہ عزوجل اور اس کے مقدس و معظم رسولِ کریم ﷺ کو جو محبت، محبوب و مطلوب ہے، وہ دینی محبت ہے، نسبی و نسلی محبت نہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ

رافضی دینی محبت کے دعویٰ میں کس قدر جھوٹے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد میں شہزادے اپنے بچپنے میں ہی وصال فرما گئے۔ آپ ﷺ کی دو شہزادیوں کے اولاد ہوئی۔ سیدہ حضرت زینب اور سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سیدہ حضرت زینب جو کہ حضور اقدس ﷺ کی بڑی شہزادی ہیں، ان کا نکاح سیدنا حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ یہ حضور اقدس ﷺ کے بڑے داماد ہیں۔ ان کی ایک بیٹی ہوئیں جن کا نام سیدہ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ آقا کریم ﷺ اپنی اس نواسی سے کس قدر محبت فرماتے تھے، دو حدیثیں ملاحظہ فرمالیجیے:

سیدنا حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اپنی نواسی سیدہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا (یہ شہزادی سیدنا حضرت ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں) کو لیے ہوئے نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب سجدہ میں جاتے، اپنی نواسی سیدہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بٹھا دیتے اور سجدے سے کھڑے ہوتے تو پھر اُٹھا لیتے۔ (صحیح بخاری شریف)

سیدنا حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضور

سید عالم ﷺ کو اس حال میں نماز میں امامت فرماتے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی نواسی سیدہ حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کاندھے پر بٹھائے ہوئے تھے۔ جب رکوع فرماتے تو بٹھا دیتے اور جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو پھر کاندھے پر بٹھا لیتے۔ (سنن نسائی)

لیکن رافضیوں سے کبھی آپ نے یہ احادیث نہ سنی ہوں گی۔ وہ تو سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آقا کریم ﷺ کی تینوں شہزادیوں کا نام تک نہیں لیتے بلکہ وہ تو ان تینوں شہزادیوں کو آپ ﷺ کی بیٹیاں ہی نہیں مانتے جبکہ عام انسان بھی بھلے ہی وہ غیر مسلم کیوں نہ ہو، ماں کی بہن کو بھی ماں جیسا ہی مانتا ہے۔

تھوڑا اِس سے پہلے بھی نظر ڈال لیتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کے والد محترم کا نام سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ دادا حضرت عبدالمطلب۔ پردادا حضرت ہاشم۔ ان کے والد صاحب کا نام عبد مناف تھا۔ عبد مناف کے کئی بیٹے تھے جن میں سے ایک ہاشم جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پردادا ہیں اور ایک مُطلب جن کے بیٹے حارث اور حارث کے بیٹے سیدنا حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی کنیت ابو معاویہ تھی۔ یہ ان تین حضرات میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ سے دو بدو مقابلے کے لیے مسلمانوں کی طرف سے نکلے تھے۔ ایک سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب حضور اقدس ﷺ کے حقیقی چچا، دوسرے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تیسرے سیدنا حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ اسی معرکہ میں زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ایک مرتبہ اس علاقے سے حضور سید عالم ﷺ حضراتِ صحابہ کے ہمراہ نکلے جہاں ان کی قبر تھی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہو سکتا ہے، کیونکہ یہاں ابو معاویہ یعنی عبیدہ بن حارث کی قبر ہے۔

یہ حضرت حضور سید عالم ﷺ کے خاندانی اعتبار سے چچا ہوتے ہیں، سابق الاسلام اور بدری شہید بھی ہیں لیکن ان کا ذکرِ خیر کسی رافضی سے نہ سنا ہوگا۔ سیدنا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت حضور نبی کریم ﷺ کے چچیرے بھائی کی وجہ سے ہوتی تو سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس، سیدنا حضرت قثم بن عباس، سیدنا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی محبت کرتے۔ حضور سید عالم ﷺ کے ایک حقیقی چچا کا نام حارث بن عبدالمطلب بھی تھا۔ ان کے بیٹے کا نام سیدنا حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ انہوں نے بھی فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اسلام قبول کیا۔ فتح مکہ، حنین و طائف اور اس کے بعد ہونے والی جہادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا تذکرہ بھی کسی رافضی سے سنا ہو تو بتائیے۔ ان کے متعلق بھی آقا کریم ﷺ کا فرمان ہے:

حضرت مصعب بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (حضور نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا) حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے جو لوگ شرفِ صحابیت سے سرفراز ہوئے اُن میں سیدنا حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ ان کی تعریف کرتے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بیشک وہ میرے گھر والوں میں بہترین ہیں۔ انہی کی مدح میں یہ بھی فرمایا: بیشک وہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (المستدرك علی الصحیحین للحاکم)

بلکہ خود حضور سید عالم ﷺ کے حقیقی چچا سیدنا حضرت عباس و سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکرِ خیر بھی کم ہی سننے کو ملتا ہے۔ اگر دینی محبت ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کے جو جس قدر قریب ہے، جو جتنا زیادہ پیارا ہے، اسلام کی سربلندی کے لئے جس نے جس قدر زیادہ قربانیاں دی ہیں، ان کی محبت، ان کا تذکرہ اسی اعتبار سے کرنا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ جو حضرات اسلام کی خشت اوّل ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں بھی اسلام لانے کی وجہ سے مشرکین کے ذریعے دی جانے والی جسمانی و ذہنی اور مالی ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں۔ بعد ہجرت بھی بدر، اُحد، خندق، خیبر، مریسیع، مصطلق، حنین، طائف، تبوک اور بعد وصال بھی مسیلمہ، اسود عنسی، سجاح اور منکرین زکوۃ، مرتدین کی افواج سے جنگیں کیں جن میں ہزاروں صحابہ و تابعین شہید ہوئے۔ ان حضرات کو جو کہ دین اسلام کی بنیاد ہیں۔ جو شخص ان کا تذکرہ نہیں کر سکتا، جو ان حضرات کو مومن نہیں بلکہ منافق و مرتد مانتا ہو۔ انہیں لالچی و غاصب سمجھتا ہو، تو میں سمجھتا ہوں اُس سے بڑا ناشکرا اور نمک حرام شاید ہی کوئی ہو۔

اگر اللہ جل مجدہٗ کی رضا و خوشنودی مقصود و مطلوب ہے تو جن کے فضائل و مناقب قرآن و احادیث میں جس قدر ہیں، اسی اعتبار سے ان سے محبت و تذکرہ کیا جاتا، جیسا سنّی کرتے ہیں لیکن یہاں رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں بلکہ اپنے آبا و اجداد کی بڑائی بیان کر کے، خود کو ان کی اولاد بتا کر اُن کے نام پر دولت و حکومت حاصل کرنا مقصود ہے۔ سادا تنا

الکرام حضرات عباس، حمزہ بن عبدالمطلب، ابوسفیان بن حارث، نوفل بن حارث، عبداللہ بن عباس، قثم بن عباس، فضل بن عباس، کثیر بن عباس، جعفر بن ابی طالب، عقیل بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی ان کے نسبی سلسلہ میں نہیں آتے، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کرتے۔

**طعنِ صحابہ کا اصل محرک:** رافضیت کے دھرم کی اصل و بنیاد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تبرّ ا ہے۔ حضرت امیر معاویہ، ان کے والد سیدنا حضرت ابوسفیان، سیدنا حضرت عمرو بن عاص، سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ، سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری، سیدنا حضرت طلحہ بن عبیداللہ، سیدنا حضرت زبیر بن عوام، اُم المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ و سیدتنا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و عنہم اجمعین وغیرہ کو تو نام لے کر کافر و منافق کہتے ہیں۔ عام طور پر چار صحابہ کرام کے علاوہ تمام پر تبرّا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ بظاہر یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سیدنا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف تھے یا اُن سے جنگ کی لیکن اِس کی حقیقی وجہ یہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو غیر معتبر کر کے قرآن و حدیث کو غیر معتبر کر دینا ہے۔ قرآن و حدیث ہی دین اسلام کی اصل ہیں۔ جب وہی غیر معتبر ٹھہرے تو تمام فرائض و واجبات، سنن و نوافل، منہیاتِ شرعیہ پر سے امان اُٹھ جائے گی۔

مثلاً اگر سیدنا حضرت امیر معاویہ یا اُن کے والد سیدنا حضرت ابو سفیان اور سیدنا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ کافر و منافق مان لیا جائے، تو ان سے روایت کردہ تمام احادیث غیر معتبر ہو گئیں۔ یونہی اگر سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بنا پر مطعون کیا جائے کہ مروان کی غیر موجودگی میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر رہے یعنی اُمویوں کی طرف سے عہدہ قبول کیا تو اُن سے روایت کردہ ہزاروں احادیث غیر معتبر ہو جائیں گی یونہی اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جنگِ جمل کی وجہ سے حدیثیں قبول نہ کی جائیں تو پھر بچتا کیا ہے؟

معاملہ یہیں پر نہیں رُکتا بلکہ اُموی خلیفہ راشد سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنِ مقدس کی ترتیب دوم فرمائی اور ان سے پہلے شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہیں ہر رافضی ظالم و غاصب کہنا، ان پر تبرّا کرنا کلمۂ طیبہ جیسا ضروری سمجھتا ہے۔ انہی حضرات نے قرآن مقدس کو پہلی مرتبہ کتابی شکل میں جمع فرمایا۔ لہٰذا معاذ اللہ تعالیٰ جب یہی حضرات جو دین کے اولین راوی اور ذریعہ ہیں، غیر معتبر ہو جائیں گے تو دین اسلام جڑوں سمیت خشک ہو جائے گا۔ اسلام دشمن قوتیں یہی چاہتی ہیں لیکن نہایت ہی شاطرانہ انداز میں یہ نہیں کہتے کہ ہم قرآن یا احادیث کو نہ مانیں گے بلکہ صحابہ کرام کو جھوٹا، منافق، ظالم و غاصب کہتے ہیں کیونکہ اگر اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیاب ہو جائیں تو دین اسلام خود بخود ختم ہو جائے گا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقت اور اپنی تمام ظاہری زندگی میں بھی نسلی تعصب کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ آج خود کو اشراف سمجھنے والے مسلمان اسی کو ہوا دینے میں مصروف ہیں۔

رافضی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمۂ اہلِ بیت اطہار کو نبی کریم ﷺ سے زیادہ غیب داں مانتے ہیں۔ تبھی تو جن کی حضور سید عالم ﷺ نے تعریفیں فرمائی ہیں، جن کا ایمان قبول فرمایا، جنہیں خصوصی اعزاز بخشا، فوجی سردار بنایا، ان کے گھر کو دارالامن بنایا، ہادی و مہدی کہا اُنہیں یہ لوگ کافر کہتے ہیں۔

سیدنا حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ اسلام لائے ہیں جبکہ عمرو بن العاص ایمان لائے ہیں۔ (امام طبرانی کی معجم کبیر) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمرو بن العاص قریش کے نیک لوگوں میں سے ہے۔ (سنن ترمذی شریف)

خلاصۂ کلام یہ کہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو صدوق و عدول ماننا ضروری ہے کیونکہ کسی بھی قول یا فعل کے جو سب سے پہلے سننے یا دیکھنے والے ہوتے ہیں، ان کا بیان ہی اصل ہوتا ہے۔ اولین رواۃ جس قدر معتبر ہوں گے، روایت اسی قدر معتبر ہوگی۔ اولین رواۃ کے بعد ان کی سُن کر یا بے سنے ہی روایت کرنے والے کتنے بھی زیادہ ہوں، ان کا اعتبار نہیں۔

ذرا غور کیجیے! ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، سری لنکا، جاپان، چین، تھائی لینڈ وغیرہ ممالک میں ڈیڑھ سو کروڑ سے زیادہ آبادی رام، کرشن، شنکر، برہما، وشنو، سیتا، رادھا، بودھ وغیرہ کو خدا مانتی ہے۔ ان کی طرف ہزاروں واقعات و کہانیاں، چمتکار اور خدائی

تصرفات منسوب ہیں، لیکن پھر بھی انہیں مسلمانوں کے علاوہ دنیا بھی ماننے کو تیار نہیں کیونکہ ان کے ذریعے بیان کردہ واقعات واقوال کے اولین راوی معلوم نہیں۔ جنہیں اولین راوی کہا جاتا ہے، ان کی ثقاہت تو کیا ثابت ہوگی، وجود ہی ثابت نہیں۔

اسی کوشش میں ایرانی اور ہندوستانی روافض بھی ہیں۔ سب سے پہلے صحابہ کرام کو غیر معتبر بنادیا جائے، تاکہ ان کے ذریعے بیان کردہ روایت کا آسانی سے انکار کیا جاسکے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صرف احادیث کو غیر معتبر بنانے سے ان کا مقصد پورا نہ ہوگا کیونکہ قرآن مقدس میں بھی صحابہ کرام کی تعریف میں بہت سی آیات ہیں۔ تب انہوں نے وسیم رضوی رافضی کے ذریعے قرآن کو بھی ماننے سے انکار کردیا اور دلیل یہی دی ہے کہ اس میں ابوبکر وعمر اور عثمان کا من چاہا تصرف ہوا ہے۔

جس کے دل میں خلفائے راشدین خصوصاً حضراتِ خلفائے ثلاثہ کی عزت واحترام نہ ہوگا، وہ آسانی سے مان لے گا۔ اس طرح نہ اب قرآنِ مقدس معتبر رہا اور نہ حدیث۔ جب یہ دونوں معتبر نہ رہے تو بُت پرستی کی جائے یا آگ کی پوجا؟ شرک وکفر کا حکم کس بنا پر لگائیں گے؟ اس طرح ان کا مقصد پورا ہوجائے گا۔ لہٰذا اے میرے بھولے بھالے پیارے پیارے سنّی مسلمانو! اللہ والوں کے بھیس میں شیطانوں سے کوسوں دور رہو۔ ان کی صحبت ایمان وعقیدہ کے لیے ایسا زہر قاتل ہے جس کا تریاق بھی نہیں۔ علمائے اہلِ سنت کی تقاریر سنتے رہیے۔ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے رہیے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتابیں پڑھیے۔ ان کی کتابیں اور ارشادات اپنے آس پاس کے سنّی علمائے کرام سے پڑھوا کر سنیے۔

اللہ عزوجل ہم سب کے ایمان کو محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

☆ باگی، کدورہ، جالون، یوپی (بندیل کھنڈ)

☆☆☆

## بخدمت اقدس مستغنی عن الالقاب حضرات علما ومشائخ ودانشوران ملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ　　　مزاج گرامی

بعد تسلیم خیریت مطلوب وموجود! صورت المرام یہ کہ عرصہ ۳۴ سال سے غزالی زماں علامہ ابو النجم سید احمد سعید کاظمی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ (۱۹۱۳م ۱۹۸۶ء) کی حیات مستعار کے ہمہ جہت گرانقدر نورانی لمحات کے احوال کی جستجو جاری وساری ہے جس میں آپ کے علمی وعملی (مذہبی وسیاسی ملی وسماجی اورفلاحی واصلاحی)) کارہائے نمایاں واقعات ومعاملات، مکتوبات وملفوظات پر جلیل القدر، ہم عصر اکابر علماء ومشائخ اور تلامذہ ومریدین بالخصوص مدینہ عالیہ، برطانیہ، امریکہ، بنگال اور پاکستان کے علاوہ انڈیا کے رئیس التحریر علامہ ارشد القادری، شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں، مفکر اسلام علامہ محمد قمر الزماں اعظمی، علامہ شاہد رضا نعیمی، علامہ بدر القادری، مفتی شمشاد حسین بدایونی (مدظلہ، رحمہم اللہ) کے گرانقدر مضامین ''امام کاظمی'' کتاب میں شامل ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ حضرت کی تصانیف: مقالات کاظمی (۴ جلدیں) درودِ تاج پر اعتراضات کے جوابات (مطبوعہ مکتبہ جام نور دہلی) ترجمہ قرآن البیان اور تفسیر التبیان جو آپ کے مطالعہ سے گزر چکی ہوں گی ان کی روشنی میں آپ کے علمی مقام، تحقیق وتدقیق، اسلوب تحریر، عربی وارد وادب اور دیگر علمی وتحریری اوصاف پر مشتمل تجزیہ وتبصرہ اور تاثرات سے بھرپور مضامین تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

سرزمین ہندوستان (ضلع مرادآباد) کی عظیم علمی روحانی شخصیت حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی خاکیؔ محدث امروہوی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی، علمی وعملی پاکیزہ اوصاف وخدمات اور اُن کی کتب ''کلیات خاکی'' اردو ''فیضان خاکی'' فارسی دیوان اور خیر العباد (مطبوعہ جامعہ غوثیہ رضویہ غوث نگر سہارنپور) کے حوالہ سے بھی تحقیقی کام جاری ہے۔ اکابر علماء واساتذہ سے سماعت شدہ علامہ خاکی کے احوال وواقعات، علمی روحانی مقام عشق رسول کی عظیم لازوال دولت، کرامت اور اصناف شاعری، دیگر معروف شعرا کے کلام سے تقابل وتطابق وغیرہ اور دیگر عناوین پر عالی قدر مضامین احاطۂ تحریر میں لاکر ضرور عنایت فرمائیں۔

مجھے امید واثق ہے کہ آپ دونوں شخصیات کی ہمہ جہت شخصیت وعبقریت کے مختلف اوصاف وپہلوؤں (منکرین توحید ورسالت، معاندین عقائد اسلام کے نظریات باطلہ کے ردو ابطال اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک حقہ کے تحفظ) کے حوالہ سے اپنے گرانقدر تحریری شہ پاروں کو مجتمع کرتے ہوئے تحقیقی معلوماتی مضامین قلم بند فرما کر ضرور عنایت فرمائیں گے تاکہ ''خاندان کاظمی اور امام المحدثین ''علامہ خاکی'' اور ''امام کاظمی'' کتاب میں شامل کرنے کا شرف وسعادت حاصل کرسکوں۔ تعاون وسرپرستی دینی رہنمائی کے فریضہ انجام دینے پر از حد ممنون ومشکور اور احسان مندر ہوں گا۔

آپ کے تعاون سے ایک عظیم تاریخ مرتب ہونے جارہی ہے اور طالبان علم وعمل کے لئے کردار سازی ہوگی۔ والسلام مع الاحترام والاکرام

غبارِ راہ حجاز مقدس، ابوالبیان حافظ محمد جمیل الرحمٰن سعیدی رضوی، دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی، صوبہ سندھ پاکستان

شرعی احکام

# نشہ کی تباہ کاریاں اور اسلامی تعلیمات

غلام مصطفےٰ نعیمی★

کھانا اور پینا انسان کی بنیادی ضرورت کا حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی بقااور تحفظ کے لئے کھانے اور پینے کوذریعہ بنایا ہے جس کے ذریعے انسان اپنی بھوک اور پیاس مٹاتا ہےلیکن کھانے پینے کوانسانی خواہشات پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اللہ نے کھانے پینے کی چیزوں کے لئے پاک اور حلال ہونے کی شرط لگائی ہے۔حکمت ربی کے مطابق جن چیزوں کا استعمال انسان کے لئے فائدہ مند تھا اُن کے کھانے اور پینے کی اجازت دی گئی اور جن چیزوں کے استعمال سے دنیوی اور اخروی نقصان تھا، ان چیزوں کے استعمال پر اللہ تعالیٰ نے پابندی لگادی اور ان کا استعمال حرام قرار دیا گیا۔

**نشے کا چلن اور دور حاضر:** کسی زمانے میں نشہ صرف پی کر ہی کیا جاتا تھالیکن ترقی یافتہ زمانے میں نشے نے بھی ترقی کی اور نشہ کی نئی نئی شکلیں مارکیٹ میں آگئیں۔اب پینے کے ساتھ ساتھ ناک سے سونگھ کر چلم میں بھر کر، ٹیبلیٹ اور گولی کی شکل میں کھا کر، انجیکشن کی شکل میں نسوں میں لگوا کر بھی نشہ کیا جاتا ہے۔اسی طرح شراب کو نئے نئے ناموں سے بیچا جاتا ہےاور نوجوان نسل دھڑلے سے نشہ کرتی ہے۔ٹوکنے پر کہتے ہیں کہ یہ تو بئیر اور پھلوں کا جوس ہے۔لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا کہہ کر وہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔کاش! اُنہیں شعور ہوتا کہ وہ کسی اور کو نہیں خود کو دھوکہ دے رہے ہیں۔رات کو دن کہنے سے رات کا اندھیرا اجالا نہیں ہوجاتا۔اسی طرح شراب کو کوئی بھی نام دیا جائے وہ شراب ہی رہتی ہے چاہیے اسے بئیر کہیں یا فروٹ جوس۔جو چیز نشہ لاتی ہے وہ حرام ہے۔

سرکار مدینہ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

**کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔** (صحیح بخاری شریف: ۲/ ۱۰۶۳)

ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔

کسی بھی طریقے سے نشہ کیا جائے جائز نہیں۔ہر نشہ لانے والی چیز، کسی بھی شکل میں ہو اُس کا استعمال حرام ہی رہے گا۔

**نشے کا بڑھتا چلن اور وجوہات:** دور حاضر میں شراب اور نشہ خوری کا چلن بہت بڑھ گیا ہے۔اچھے خاصے سفید پوش گھرانوں میں بھی نشہ خوری کے منحوس پنجے گڑ چکے ہیں۔اگر یہ بری عادت نوجوانوں کی آوارگی کی بنا پر ہوتی تو اصلاح کی بھرپور گنجائش موجود تھی، افسوس اس بات کا ہے کہ گھر کے ذمہ داروں اور بزرگوں کو اس بری عادت کا پتا ہونے کے باوجود خاموش رہنا یا اشاروں کنایوں میں اس برائی کی حمایت کرنا انتہائی تکلیف دہ معاملہ ہے۔

جب مسیحا ہی دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون راہ دکھلائے گا جب خضر بہکانے لگے

گھر کے ذمہ داران اور بزرگ ہی وہ ہستی ہوتے ہیں جن کا خوف بچوں کو برائیوں سے روکتا ہےلیکن بدلتے وقت میں بزرگوں کا رویہ بھی اس قدر بدل گیا ہے کہ اب کھلی برائی کے بعد بھی نوجوانوں کو روکا جاتا ہے، نہ ہی ٹوکنے کی ہمت ہوتی ہے۔الٹے ان برائیوں کی دبے لفظوں میں حمایت کی جاتی ہے۔ارے ذرا خوشی کی وجہ سے پی لی تھی۔شادی میں ذرا سا آؤٹ ہوگئے تھے۔اب بچے ہیں، کہاں تک سمجھائیں۔بھئی جب دولت ہے تو تھوڑا بہت خرچ کرنے میں کیا حرج ہے۔اب نیا دور ہے، ہلکی پھلکی باتوں پر ٹوکنا بھی اچھا نہیں' یہ وہ ڈائیلاگ ہیں جنہیں سفید پوش گھروں کے ذمہ دار اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی ان کے بچوں کی شراب اور نشہ خوری کے بارے میں بتاتا ہےلیکن بجائے اس کے کہ بچوں کو ڈانٹا جائے الٹے ان کی آوارگی کی حمایت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے نشہ خوری کا چلن دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

**سنیما اور انٹرنیٹ:** سنیما اور ٹی وی نے شراب نوشی اور نشہ خوری کو خاصا بڑھاوا دیا مگر اس کا دائرہ قدرے محدود تھالیکن انٹرنیٹ کی فراہمی نے ہر شخص کے ہاتھ پر ٹی وی اور جیب میں سنیما گھر بنا دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے لوگ انٹرنیٹ کے دریا میں ڈوبتے گئے اور برائیوں میں مبتلا ہوتے گئے۔کہتے ہیں کہ برائی اس وقت تک بری ہوتی ہے

جب تک اسے برا سمجھا جائے۔ اگر دیکھنے کا انداز بدل جائے تو برائی بھی اچھی نظر آنے لگتی ہے۔ کسی زمانے میں شراب اور نشہ خوری اس لئے بھی بری لگتی تھی کہ وہ ظاہری طور پر بھی بری نظر آتی تھی۔ گندے علاقوں میں تیار ہوتی، سخت بدبودار ہوتی اور پینے والے لوگ بھی گندے ہوتے، اس لئے عام آدمی بھی اسے بری نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن بدلتے دور میں شراب نوشی اور نشہ خوری پر گلیمر کا تڑکا لگایا گیا اور اسے طرح طرح سے پرکشش بنا کر ظاہری برائی کو ختم کیا گیا۔ ادیبوں، شاعروں اور سنیمائی افراد نے شراب کو انتہائی پرکشش اور جاذب نظر بنا کر پیش کیا جس سے لوگوں میں اس کا براپن قدرے ہلکا ہوا۔ اس کی شروعات ادیبوں اور شاعروں نے ایسے اشعار سے کی جس میں شراب اور نشہ کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ذرا یہ اشعار دیکھیں:

بے پیئے ہی شراب سے نفرت　　یہ جہالت نہیں تو پھر کیا ہے؟

آئے تھے ہنستے کھیلتے مے خانے میں فراقؔ
جب پی چکے شراب تو سنجیدہ ہو گئے

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا دے جہاں پر خدا نہ ہو

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں؟
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

گرچہ اہل شراب ہیں ہم لوگ　　یہ نہ سمجھو خراب ہیں ہم لوگ

نشہ شراب میں ہوتا تو ناچتی بوتل
مے کدے جھومتے پیمانوں میں ہوتی ہلچل

بھلے ہی شاعر کی نظر میں اِن اشعار کا دوسرا مفہوم ہو اور لفظ ''شراب'' علامتی طور پر استعمال کیا ہو لیکن ظاہر بینوں کے لئے اتنا کافی تھا۔ رہی سہی کسر سنیما نے پوری کردی۔ جہاں شراب کو انتہائی پرکشش بنا کر پیش کیا گیا۔ مشہور ومعروف اداکاروں کو شرابی دِکھا کر نوجوانوں کو شراب کی ترغیب دلائی گئی۔ شراب کو ایسے مشروب کے طور پر پیش کیا جو غموں اور تکلیفوں کا علاج ہے۔ بناوٹی عشق ومحبت کے نام پر نشہ خوری کو جائز قرار دیا گیا۔ عقل سے پیدل نوجوانوں کے لئے یہ گلیمر کا تڑکا کام کر گیا اور نوجوان بھی جام سے جام ٹکرانے لگے۔ چھوٹے شہروں میں قدریں باقی تھیں، گھر کے آس پاس ایسا کرنا برا مانا جاتا تھا، اس لئے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں یہ وبا اتنا نہیں پھیل سکی مگر حقہ بار کے چلن نے چھوٹے شہروں کو بھی اپنی پکڑ میں لے لیا۔ اب حقہ نوشی کے نام پر چھوٹے شہروں میں بھی طرح طرح کے نشے عام ہو گئے۔ شروعات حقہ اور پان سے ہوتی ہے۔ ایک دن شراب کا جام ہاتھ میں ہوتا ہے اور پاؤں بربادی کے دل دل میں۔

**شراب کے بارے میں اسلامی تعلیمات:**

قرآن کریم میں شراب کی مذمت اس طرح بیان کی گئی:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (البقرۃ:۲۱۹)

(لوگ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ اُن کے نفع سے بڑا ہے۔

یعنی شراب پینے اور جوا کھیلنے میں چھوٹا گناہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ یعنی بڑا گناہ ہے۔ یوں تو ہر گناہ، گناہ ہوتا ہے کیوں کہ گناہ کرنا اصل میں اللہ و رسول کے احکام کی خلاف ورزی اور نافرمانی کرنا ہے جو کسی طور بھی معمولی نہیں لیکن قرآن وحدیث میں بعض گناہوں کو چھوٹا اور بعض کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ گناہ کبیرہ کی تعریف میں علما کے کئی اقوال ہیں لیکن عام طور پر گناہ کبیرہ اس گناہ کو کہا جاتا ہے جس گناہ پر دنیا میں ہی کوئی شرعی سزا مقرر کی گئی ہو یا جس گناہ پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہوں یا جس گناہ پر جہنم/عذاب وغیرہ کی وعید آئی ہو۔ اسی طرح ہر وہ گناہ بھی گناہ کبیرہ میں شامل ہے جس کے مفاسد اور برے نتائج کسی کبیرہ گناہ کے برابر یا اُس سے زائد ہوں، اسی طرح جو چھوٹے گناہ بھی جرأت و بے باکی سے اور لگاتار کیے جائیں تو وہ گناہ بھی گناہ کبیرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس تفصیل کی روشنی میں نشہ کرنے والے اپنا جائزہ لیں کہ دنیوی اعتبار سے نشہ کرنا چھوٹا نہیں بلکہ بڑا گناہ ہے جس کے لئے جہاں آخرت میں سخت سزا ہے وہیں دنیا میں بھی ایسے گناہ کی شرعی سزا مقرر کی گئی ہے۔

**ایک مغالطے کا جواب:** شراب کے بارے میں انسانی دماغوں میں ایک شیطانی خلل اور وسوسہ یہ بھی رہتا ہے کہ شراب پینے سے طبیعت کو سُرور ملتا ہے اور اچھا پن محسوس ہوتا ہے۔ اِس وسوسے کا جواب دیتے ہوئے قرآن فرماتا ہے:

اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ اس کا گناہ نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ یعنی وقتی سُرور اور مستی کو سب کچھ سمجھ لینا نادانی کی بات ہے یہ بس

وقتی نفع ہے۔اس کا نقصان کئی گنا زیادہ بڑا ہے۔شراب کا وقتی نفع بس اس قدر ہے کہ انسان کو تھوڑی دیر کا سرور اور مزہ ملتا ہے لیکن اس کے نقصانات شمار سے باہر ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** (سورہ مائدہ:۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں (اور) شیطانی کام تو اُن سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

پچھلی آیت میں شراب کا ابتدائی حکم نازل ہوا تھا اِس آیت میں شراب کا قطعی اور یقینی حکم نازل ہوا، اُسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا۔اس آیت میں شراب کو گندا اور شیطانی کام قرار دیا گیا یعنی جو شخص شراب پیتا ہے وہ گندا اور شیطانی کام کرتا ہے۔اگر انسان گندے اور شیطانی کاموں سے بچنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ **فَاجْتَنِبُوْهُ**۔ ''ان کاموں سے بچ کر رہے'' جب ان شیطانی کاموں سے بچے گا تبھی **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**۔ ''تا کہ تم فلاح پاؤ'' کی بشارت کا حق دار ہوگا۔

عربی میں شراب کے لئے ''خمر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔خمر کے لغوی معنی ''ڈھانپنا'' ہے۔شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو بناتے وقت برتن کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دیا جاتا ہے یا اُسے ڈھک دیا جاتا ہے۔ شرعی طور پر شراب کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ اسے پینے کے بعد نشہ انسانی عقل کو ڈھانپ لیتا ہے اور ایک عقل پر ایک قسم کا پردہ ڈال دیتا ہے۔

اسلام میں پانچ چیزوں کی حفاظت کو بنیادی مقاصد میں شمار کیا گیا ہے:

(۱) دین کی حفاظت (۲) جان کی حفاظت (۳) عقل کی حفاظت (۴) نسل کی حفاظت (۵) مال کی حفاظت

ان پانچ مقاصد میں ''عقل کی حفاظت'' کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جو انسان شراب پیتا ہے یا کسی اور انداز میں نشہ کرتا ہے اس کی عقل پر اس کا اختیار نہیں رہتا۔شراب کا نشہ اس کی عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ نشے میں بیوی اور بہن کا فرق بھول جاتا ہے۔باپ اور بھائی کا احترام یاد نہیں رہتا۔شراب کے نشے میں انسانی عقل بالکل زائل اور ختم ہو جاتی ہے اب نہ اسے اپنی آبرو کا خیال رہتا ہے نہ کسی اور کی عزت کا۔

شراب کی خباثت اور برائی اس قدر ہے کہ اسے برائیوں کی ماں کہا جاتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِث**۔ شراب برائیوں کی ماں ہے۔یعنی جس طرح ماں کے پیٹ سے اولادیں جنم لیتی ہیں اسی طرح شراب سے دیگر برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔جو انسان شراب کا عادی ہو جاتا ہے وہ دیگر برائیوں کی طرف خود بخود چل پڑتا ہے۔اسی لئے اسلام نے فتنہ وفساد کی جڑ کاٹنے کے لئے شراب کو سختی سے حرام قرار دیا اگرچہ ایک بوند ہی کیوں نہ ہو۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها و معتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها و بائعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشترى له۔**

(سنن ابن ماجہ:ص ۲۵۰)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے جڑے دس قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے یا نکلوائے، جو پئے، جو اٹھا کر لائے، جس کے پاس لائی جائے، جو پلائے، جو بیچے، جو اس کی قیمت کھائے، جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے۔

(ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے)

شراب کے متعلق اسلامی نظریہ ایک دم صاف اور واضح ہے۔ اسلام نے نشہ خوری کو ذرہ برابر رعایت نہیں دی بلکہ شراب پینے پر کوڑے لگانے کی سزا بھی مقرر فرمائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

**إذا شربوا الخمرَ فاجلِدوهُم ثمَّ إذا شَربوا فاجلِدوهُم ثمَّ إذا شَربوا فاجلِدوهُم، ثمَّ إذا شَربوا فاقتُلوهُم۔**

جو لوگ شراب پئیں اُنہیں بطورِ سزا کوڑے مارو۔دوبارہ شراب پئیں تو پھر کوڑے مارو۔تیسری بار شراب پئیں تو پھر کوڑے مارو۔چوتھی بار شراب پئیں تو انہیں قتل کر دو۔'' (سنن ابوداؤد ج:۲ ص:۶۱۶)

اِس حدیث پاک میں شرابی کو بطورِ سزا کوڑے مارنے اور لگاتار تین بار نہ ماننے اور چوتھی بار پینے پر قتل تک کا حکم دیا ہے حالانکہ علما فرماتے ہیں کہ قتل کا حکم محض سختی کے لئے ہے حقیقتاً قتل نہیں کیا جائے گا۔بس اس کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہے کہ عادی شرابی ہونا اتنا برا ہے کہ اس کی سزا قتل جیسی سخت ہو۔شراب کی اسی نحوست کی بنا پر مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں اور

اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑے پھر دریا خشک ہو اور وہاں گھاس پیدا ہو اُس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں۔(خزائن العرفان)

**شراب کے نقصانات:** کچھ وقت پہلے ملک کے ایک معروف غیر مسلم رائٹر کا ایک انٹرویو پڑھا تھا جس میں اس شخص نے شراب کی حرمت اور عقل کے ختم ہو جانے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا:

''مطلقاً شراب پینے کو حرام نہیں کہنا چاہیے بلکہ حد سے زیادہ پینے کو حرام کہنا چاہیے میں تقریباً ۳۰ سال سے شراب پی رہا ہوں لیکن کبھی شراب نے میری عقل پر قبضہ نہیں کیا کیوں کہ میں بس اتنی شراب پیتا ہوں جسے میں کنٹرول کر سکوں اس لئے مطلقاً شراب کو حرام نہیں کہنا چاہیے بلکہ اتنی مقدار کو حرام کہنا چاہیے جو ہوش وحواس چھین لے۔''

لوگوں کو لگا کہ اس رائٹر نے بڑے پتے کی بات کہی ہے لیکن شاید اس رائٹر کو اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ جو چیز اپنے آپ میں بری ہوتی ہے اس کی برائی ناپ تول کر طے نہیں کی جاتی بلکہ جو چیز انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے وہ ہر حال نقصان دہ ہوتی ہے بھلے ہی ایک قطرہ ہو یا ایک گھونٹ۔اس کو ذرا بہتر انداز میں اس مثال سے سمجھیں کہ زہر انسان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوتا اگر اُسے ٹھیک ٹھاک مقدار میں کھا لیا جائے تو چند ہی لمحات میں انسان کی موت ہو جاتی ہے لیکن کئی بار انسان کو زہر کی ہلکی ڈوز دی جاتی ہے جسے سلو پوائزن (slow poison) دھیما زہر کہا جاتا ہے۔اتنے ہلکے زہر سے انسان فوراً نہیں مرتا ہے، وقتی طور پر اس کا جسم ہلکے پھلکے زہر کو جھیل جاتا ہے لیکن لگا تار استعمال سے آہستہ آہستہ اس کا اندرونی نظام خراب ہوتا جاتا ہے اور ایک دن انسان مرجاتا ہے۔اب اگر کوئی عقل سے کورا انسان یہ کہے کہ کوئی مطلقاً زہر کھانے کو برا نہ کہے بلکہ زیادہ مقدار میں کھانے کو برا کہے کہ تھوڑا زہر کھا کر میں کنٹرول کر لیتا ہوں۔

بڑے سے بڑا نادان بھی اسے اعلی درجے کی بے وقوفی اور خودکشی ہی کہے گا۔یہی حال شراب کا ہے۔اسلام کی نگاہ میں شراب زہر قاتل ہے جو پینے والے کے ہوش وحواس ختم کر دیتی ہے، اس لئے مطلقاً شراب کو حرام قرار دیا گیا۔آقائے کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔(سنن ترمذی ۹/۲)

جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

نشہ کرنے کی وجہ سے سالانہ ہزاروں حادثات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ اپنی جان گنواتے ہیں۔ہزاروں لاکھوں لوگ نشے کی وجہ سے مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔سالانہ کتنے ہی لوگ محض شراب کی بنا پر مرجاتے ہیں۔شراب اکیلی نہیں آتی اس کے ساتھ درجنوں دوسری برائیاں بھی جنم لیتی ہیں۔جوا بازی، زنا کاری، لوٹ مار، قتل وغارت گری اسی نشے کی بدولت ہوتی ہیں۔نصف صدی پہلے ایک جرمن ڈاکٹر نے یہ بات کہی تھی:

''تم شراب کی آدھی دکانیں بند کروا دو تو میں تمہیں آدھے اسپتال، جرائم کے اڈے اور جیلوں کے بند ہو جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔''

۲۵ مئی ۲۰۱۶ء کو The Indian Express میں شائع رپورٹ کے مطابق شراب نوشی کی وجہ سے ہر ۹۶ ویں منٹ میں ایک انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔اسی اخبار کی رپورٹ کے مطابق بڑے جرائم اور حادثات کرنے والے زیادہ تر لوگ شراب پینے والے ہوتے ہیں۔اسی طرح خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور چوری ڈکیتی کرنے والے لوگ بھی عموماً شرابی ہوتے ہیں۔رپورٹ میں تمل ناڈو میں ۳۰ سال سے کم عمر والی بیوہ عورتوں کی بڑی تعداد میں اصل وجہ شراب نوشی کو بیان کیا گیا ہے۔اسی اخبار میں اقتصادیات کے ایک ماہر کا تجزیہ ذکر کیا گیا کہ کیرالا کے ہسپتالوں میں داخل مریضوں میں سے ۲۵ فیصد مریض نشہ کے شکار ہوتے ہیں اور جرائم کرنے والوں میں سے ۶۹ فیصد لوگ بھی نشے کی حالت میں ہوتے ہیں۔

این ڈی ٹی وی کی خبر کے مطابق ہندوستان میں ہر چار منٹ میں سڑک حادثہ میں ایک آدمی مرجاتا ہے۔صرف ۲۰۱۳ء میں سڑک حادثوں میں مرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سینتیس ہزار سے زیادہ ہے جو ہندوستان کی جنگوں میں مرنے والوں کی مجموعی تعداد سے بھی کہیں زیادہ ہے۔یہ تو وہ تعداد ہے جو دستاویزوں میں درج ہے، حقیقت میں مرنے والوں کی تعداد اُس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔نہ جانے کتنے افراد اُن حادثات کا شکار ہو کر عمر بھر کے لیے اپاہج ہو جاتے ہیں۔شراب کی وجہ سے بڑھ رہے سڑک حادثات کا نوٹس لیتے سپریم کورٹ نے تمام صوبائی حکومتوں کو حکم دیا کہ ہائی وے پر ۵۰۰ میٹر تک شراب کی کوئی دکان نہیں ہونا چاہیے۔شراب کی وجہ سے نہ جانے کتنی عورتیں بیوائیں ہوتی ہیں، کتنے بچے یتیم بن جاتے ہیں، کتنے بچوں کی تعلیم چھوٹ جاتی ہے۔کتنے ہی بچوں کا بچپن شراب کی نحوست کی بھینٹ

چڑھ جاتا ہے۔کتنے ہی نوجوان جوانی کی بہار دیکھنے سے پہلے ہی بوڑھے ہوجاتے ہیں اور جوانی میں ہی بے موت مرجاتے ہیں۔

غرضیکہ کسی بھی اینگل سے دیکھیے شراب ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔نہ دنیا کا فائدہ نہ آخرت کا بھلا۔طرفہ تماشا یہ کہ دولت بھی جاتی ہے اور صحت بھی برباد ہوتی ہے۔مفت کی بدنامی الگ ملتی ہے۔بھلے ہی شراب کو بہت زیادہ گلیمرائز کردیا گیا ہے مگر آج بھی عام لوگ شرابی کو دیکھتے ہیں تو پیکڑ، بیوڑا، چرسی، بھنگیڑی، نشیڑی اور مختلف برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔یعنی تمام تر خوب صورت پیکنگ کے باوجود نشہ خوری آج بھی ایک گندگی اور غلاظت کا ہی نام ہے جسے آج بھی کوئی بھلا انسان اچھا کہنے کو تیار نہیں۔

☆☆☆

☆ مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی۔9717285505

# جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ میں دوروزہ حنفی سیمینار

۱۳، ۱۴ نومبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ، اتوار جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ، اتر پردیش میں دوروزہ فکری اور ثقافتی ''حنفی سیمینار'' منعقد ہوا، جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے خصوصی طور پر ازہری علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی اور مرکزی موضوع کے تحت طے شدہ عناوین پر مقالات اور تاثرات پیش کیے۔

اِس سمینار کا ایک اہم موضوع تھا ''مدارس ہند میں مناہج تعلیم کے ضعف وانحطاط کے اسباب'' اِس موضوع کے تحت درج ذیل علمائے کرام نے اپنی مقالات وتاثرات پیش کیے: مولانا ازہار احمد امجدی، اوجھا گنج۔مولانا شیر محمد مصباحی، لکھنؤ۔مولانا شمس تبریز ازہری، سری لنکا۔مولانا تنویر احمد ازہری، مہراج گنج۔مولانا شمشاد حسین ازہری، کناڈا۔مولانا قاضی خان ازہری، راجستھان۔مولانا شمشاد عالم ازہری، نیپال۔مولانا شریف ازہری، چھتیس گڑھ۔مولانا سلمان رضا ازہری، روناہی۔مولانا طیب علیمی، جمداشاہی۔مولانا محمود غازی ازہری، دہلی۔مولانا حبیب اللہ ازہری۔آندھرا پردیش۔اِن علمائے کرام کے مقالات وتاثرات کے تجزیاتی مطالعے کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہم یہاں ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں: (۱) مدارس کی تعلیمی ترقی کے لیے مدرسوں کا نظام بہتر بنایا جائے۔(۲) نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کے مطابق جزوی ترمیم کی جائے۔(۳) طریقہ تدریس میں مزید بہتری لائی جائے۔(۴) باصلاحیت اساتذہ کی تقرری کی جائے اور اساتذہ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھانے کی کوشش کریں۔(۵) بڑی درسگاہوں میں تقابل ادیان اور دیگر اہم شعبہ جات کا قیام عمل میں لایا جائے۔اخیر میں اِس بات پر زور دیا گیا کہ تجاویز پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عملی اقدام بھی کیا جائے۔

دوسرا اہم موضوع تھا ''موجودہ دور میں فتنۂ ارتداد کا تدارک کیسے ممکن ہے اور اس کے مؤثر اقدامات کیا ہوسکتے ہیں؟

اِس کے تحت تاثراتی مذاکرے میں مندرجہ ذیل دانشور علمائے کرام نے شرکت کی: مفتی ازہار احمد امجدی ازہری، بستی۔مفتی خالد ایوب مصباحی جے پور، راجستھان۔مفتی ظفر نوری ازہری، گوالیار۔مفتی اشرف جیلانی ازہری۔بھیلواڑہ، راجستھان۔مولانا احمد رضا ازہری، مالیگاؤں۔مولانا سلمان ازہری، اندور۔مولانا نور العلی ازہری، گھوسی۔مفتی روشن رضا ازہری، جھارکھنڈ۔مولانا عبد المبین ازہری، بہرائچ۔مولانا توفیق ازہری، پٹنہ۔مولانا عابد رضا ازہری (بہار)

تیسرا اہم موضوع تھا ''عصر حاضر میں تصوف اور قدیم میراث تصوف کے مابین موازنہ اور تطبیق وہم آہنگی'' اِس کے تحت تجزیاتی مذاکرہ میں مندرجہ ذیل دانشور علمائے کرام نے شرکت کی: مولانا سید راغب ازہری، الہ آباد۔مولانا سلمان ازہری، ممبئی۔مولانا کمال الدین اشرفی، رائے بریلی۔مولانا رئیس الدین ازہری، بنارس۔ڈاکٹر طالب اکرام، الہ آباد۔مولانا محمود ازہری، ممبئی۔مفتی شاہ نواز عالم مصباحی ازہری، مانک پور شریف۔مولانا مبارک حسین ازہری، نیپال۔مفتی خالد ایوب مصباحی جے پور، راجستھان۔مولانا سلمان ازہری، روناہی۔دیگر دو، اہم موضوعات پر بھی دانشور علمائے دین نے غور وفکر اور اپنی آراء کا اظہار کیا (۱) تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داریاں۔(۲) مسلم آبادی کے تناسب سے حصہ داری کیسے ممکن ہے؟ خاص طور سے جن علماء نے اپنی آراء کا اظہار کیا اُن کے نام مندرجہ ذیل ہیں: محافظ ناموس رسالت مفتی سلمان ازہری، ممبئی۔مفتی شاہ نواز عالم مصباحی ازہری، مانک پور شریف۔مفتی ازہار اَحمد امجدی ازہری، بستی۔مفتی اشرف جیلانی ازہری، راجستھان۔مفتی ظفر نوری ازہری، گوالیار۔مولانا محمود غازی ازہری، نئی دہلی۔مولانا عمران مظہر برکاتی، بریلی شریف۔مولانا منظر رضا، الہ آباد۔

حنفی سیمینار میں سو سے زائد علماء ودانشوران قوم وملت نے شرکت کی۔باہر سے آنے والے علماء ودانشوران نے ارادہ کیا ہے کہ جو خیالات وآراء سامنے آئے ہیں اس کے مطابق اپنے علاقے اور محلے میں اس کو عام کرنے کی مکمل جدوجہد کریں گے۔آخر میں (منتظم وکنوینر سیمینار) مولانا شاہ نواز عالم ازہری نے تمام شرکائے سیمینار کا شکریہ ادا کیا۔قاری بلال ازہری کے سلام اور مفتی ازہار احمد امجدی کی دعا پر سیمینار بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔**والحمد للہ علی ذلك**

رپوٹ: مولانا رضوان ازہری۔امبیڈکر نگر، مشرقی اتر پردیش (پروانچل) 8800487106

**عقیدہ و نظریہ**

# جماعت اہل سنت فطرتی مذہب و مسلک

**محمد صلاح الدین رضوی★**

یوں تو دنیا میں بہت سے ادیان و مذاہب رونما ہوئے لیکن اگر کوئی دین و مذہب اللہ قادر مطلق کو پسند ہے تو وہ دین اسلام اور مذہب اہل سنت و جماعت ہے کیوں کہ اسی کو فطری مذہب و مسلک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انھیں خود اُن پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہم کو اس کی خبر نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تین طرح کے عہد و پیمان لیے تھے، ایک عام انسانوں سے اپنی ربوبیت کا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔ دوسرا انبیائے کرام سے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا جس کا ذکر آیت کریمہ وَاِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔ (آل عمران ۱۸۷) میں ہے اور تیسرا بنی اسرائیل کے علما سے جس کا ذکر آیت کریمہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران: ۱۸۷) میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود و نصاریٰ سے بھی یہ عہد و پیمان لیا تھا اور اُن پر یہ بات واجب کی تھی کہ ان دونوں کتابوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح سمجھا دیں، انہیں ہرگز نہ چھپائیں لیکن انھوں نے رشوتیں لے کر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کریمہ کو چھپایا۔

عام انسانوں سے عہد و پیمان کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ قادر مطلق نے عرفات پہاڑ کے پیچھے میدان نعمان میں (اس میدان میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے تھے) حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیر کر اُسی ترتیب سے ان کی اولاد نکالیں جس ترتیب سے وہ قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں، یہ سب چیونٹیوں کی شکل میں تھیں پھر اُن پر اپنی تجلی ڈالی اور اپنا جمال دِکھا کر فرمایا ”بولو کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہاں تو ہی ہمارا رب ہے ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے یہ عہد و پیمان اس لئے لیا تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ اے رب ہم تیری ربوبیت سے بے خبر تھے لہٰذا ہمیں معافی دے دے۔ (تفسیر نعیمی، روح البیان)

اس میثاق والے دن میں سبھوں نے بخوشی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا، آقائے دو جہاں علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ۔ ہر بچہ فطری اسلام (روزِ میثاق والے عہد و پیمان پر پیدا ہوتا ہے) پھر اُس کے ماں باپ اسے یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اگر کفار و مشرکین نے مجبوراً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہوتا تو وہ فطری اسلام پر پیدا ہونے والے قرار نہ پاتے تو سبھی لوگوں نے روز میثاق ہی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کر لیا تھا لیکن دنیا میں آنے کے بعد جب عام لوگ اس عہد و پیمان کو بھول گئے تو انبیائے کرام اور آسمانی صحائف و کتب نے انھیں یاد دِلایا۔ اب یاد دِلانے پر جو لوگ مان گئے وہ شرعی مومن کہلائے کہ شرعی مومن وہ ہے جو دنیا میں آنے کے بعد دینی باتوں کا اقرار کرے اور جو لوگ یاد دِلانے پر بھی نہ مانے وہ کافر کہلائے اور ایسوں کی نجات کے لئے یہ فطری اسلام ہرگز کافی نہ ہوگا۔

اس بیان سے یہ حقیقت خوب واضح ہوگئی کہ سبھی انسان فطری اسلام پر ہی پیدا ہوئے اور اسلام حقیقت میں مذہب و مسلک اہل سنت و جماعت ہی کا نام ہے کہ اس مبارک مذہب کی تعلیمات و نظریات وہی ہیں جو قرآن و حدیث اور علمائے دین اور صلحائے امت نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

دیکھئے قرآن حکیم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ رب کائنات جھوٹ

سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ (الزمر: ۲۰)

وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدہ کے۔

اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ (القصص: ۱۳) تحقیق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

محققین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے خلف وعید بھی جائز نہیں:

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ق ۲۸،۲۹)

میں تمہیں پہلے ہی عذاب کا ڈر سنا چکا تھا، میرے یہاں بات نہیں بدلتی اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کروں۔

بعض مسلمانوں کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ بخش دے گا تو یہ بھی خلف وعید نہیں کہ وعید کے ساتھ اس کا یہ ارشاد پاک بھی موجود ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ (النساء: ۳۸)

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

تو بعض گنہگاروں کی بخشش میں خلف وعید کہاں ہوا؟ دوسری بات یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا ممکن ہو تو پھر قرآن حکیم دلیل شرعی نہ رہ جائے گا اور حشر ونشر جنت ودوزخ سب سے یقین اٹھ جائے گا کہ سب کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کہا ہو۔ (العیاذ باللہ) اور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے۔ علامہ نعیم الدین مرادآبادی ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا کذب ناممکن ومحال ہے کیوں کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ پر محال ہے، وہ جملہ عیوب سے پاک ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، زیر آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا)

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

كَذِبُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی مُحَالٌ ۔ (شرح العقائد، ص ۱۷)

کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ وتمام عیوب ونقائص سے پاک ہونے پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک مستقل رسالہ سبحٰن السبوح بھی موجود ہے۔

لیکن وہابی دیوبندی اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنے کو ممکن بتاتے ہیں چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ جھوٹ قدرت الٰہیہ کے تحت داخل ہے۔ (رسالہ یک روزی، ص ۱۴۵)

قرآن پاک نے ہمیں یہ تعلیم مبارک بھی دی ہے کہ رب کائنات نے اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علمی یعنی اپنے بعض علوم غیبیہ عطا فرما دیے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بھی اِس بات کی صراحت موجود ہے اور آپ کو رب کائنات کے تمام علوم غیبیہ عطا نہ ہوئے ورنہ آپ کا علم، علوم الٰہیہ کے برابر ہو جاتا جب کہ آپ کے علم کو رب کائنات کے علم سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ النساء: ۱۱۳)

اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے تحت ہے: اَیْ مِنَ الْاَحْكَامِ وَ الْغَیْبِ ۔ یعنی سبھی دینی احکام کا علم اور دنیا کی پیدائش سے قیامت تک کے سارے علوم آپ کو عطا کر دیئے گئے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (التکویر: ۲۴)

وہ غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۔ (ہود ۴۹)

یہ غیب کی خبریں ہیں جو، اے رسول تیری طرف وحی بھیجتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کے لئے ضروری نہیں کہ غیب کی باتوں پر کسی کو اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے علم غیب کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو علم غیب کے لئے چن لیا ہے۔ حدیث شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ ۔ (بخاری ج ۱، ص ۴۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں میں ایک جگہ قیام فرمایا تو ہم کو ابتدائے پیدائش کی خبر دے دی، یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں

میں پہنچ گئے اور جنھیں اپنی منزلوں میں جس نے یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیبی علوم سے سرفرازی بخشی ہے۔

مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: اِس آیت اور اِن تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از اول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر وایمان ونفاق واعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں، اسی لئے آپ سب کے ہی گواہ ہیں یہی تو علم غیب ہے۔(جاءالحق، ص ۵۰)

مولانا نعیم الدین مرادآبادی تفسیر خزائن العرفان میں زیر آیت وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ (الاعراف ۱۸۸)

فرماتے ہیں کہ یہ لام براہ ادب وتواضع ہے معنی یہ ہے کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا، جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور اس کی عطا سے۔سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اپنے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہوں بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش، حصہ ۲، ص ۱۱۹)

حضور سید المرسلین ﷺ کی وسعت علم کے بارے میں قرآن حکیم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ (النساء: ۱۱۳)

اللہ نے تم کو وہ تمام علوم سکھا دیئے جو تم نہ جانتے تھے۔

اِس آیت کریمہ کے تحت تفسیر مدارک میں ہے:

مِنْ اُمورِ الدِّيْنِ وَالشرائع اَوْ مِنْ خَطِيَاتِ الْاُمُوْرِ وَ ضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام دینی باتوں اور احکام یا تمام پوشیدہ باتوں اور تمام دلوں کے اندرونی حالات سکھا دیئے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ (الرحمٰن ۴)

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔

اِس آیت کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

قَالَ ابنُ كيسانَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ يعنى محمداً صلى الله عليه وسلم عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يعنى بيانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ۔

یعنی ابن کیسان نے کہا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا سرکار علیہ السلام کو اُن تمام باتوں کا بیان سکھا دیا۔

اور حدیث شریف نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے، حضرت حذیفہ سے روایت ہے: اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةَ فَمَا مِنْهُ شَيْئٌ اِلَّا قَدْ سَئَلْتُهٗ۔

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۹۰)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمادیا اُن تمام باتوں سے جو ابتداء سے لے کر قیامت تک ہونے والی ہے تو اُن میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی مگر میں نے سرکار علیہ السلام سے پوچھ لیا۔

حضور علیہ السلام کی وسعت علم کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں:

''مومن عارف یہ ہمت کسی طرح کرسکتا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ سے علم حقیقت روح کی نفی کرے حالاں کہ رب نے انھیں اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے اور ان کے لیے علوم اولین وآخرین کھول دیئے۔حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت وہ تو اُس دریا کا ایک قطرہ اور صحرا کا ایک ذرہ ہے۔'' (مدارج النبوۃ، ج ۲)

اور سرکار اعلیٰ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

(حدائق بخشش، حصہ اول ص ۵۶)

وہ مزید فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ پر قرآن عظیم اتار کر ہر چیز اُن پر روشن فرمادی قال الله تعالیٰ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس برس میں نازل ہوا۔ جتنا قرآن عظیم اترتا گیا، حضور پر غیب روشن ہوتا گیا جب قرآن عظیم پورا نازل ہو چکا تو روزِ اول سے روز آخر تک کا جمیع ما کان وما یکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہوگیا۔تمام نزول قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمت الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطۂ علم اقدس کے منافی نہیں۔علاوہ ازیں زمانۂ افک میں حضور اقدس ﷺ نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی برأت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا، یا یہ کہ رب السمٰوات والارض نے قرآن کریم میں ستر آیتیں ان کی برأت میں نازل فرمائیں جو قیام قیامت تک مساجد ومجالس ومجامع میں تلاوت کی جائیں گی۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۴۵)

قرآن حکیم نے ہمیں آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کا یوں حکم دیا ہے، ارشاد گرامی ہے:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح:۹) رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (الحجرات ۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اُس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور اُن کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اہل سنت وجماعت کا نظریہ بھی قرآنی نظریہ ہی کے مطابق ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت وجلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۱۱۵)

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۶۳)

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(ایضاً، حصہ ۲، ص ۱۵۹)

لیکن بدعقیدے وہابی دیوبندی قرآنی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے آقائے دو جہاں علیہ السلام کی توہین وتنقیص کرنے سے گریز نہیں کرتے جو کفر وارتداد اور ان کے لئے سب سے بڑی تباہی و بربادی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

اے محبوب اگر تم اُن سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

المعتقد ص ۱۴۷ پر ہے: اِنَّ جَمِيْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ بِاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ۔

بے شک جو کوئی بھی نبی ﷺ کی توہین کرے یا حضور کو عیب لگائے وہ بالاجماع کافر ومرتد ہے۔

قرآن حکیم نے ہمیں یہ تعلیم بھی دی ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ زندہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران ۱۶۹)

ہرگز گمان کرو اُن لوگوں کو جو خدا کی راہ میں قتل کیے گئے مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ شہدائے کرام کی حیات کے بارے میں وارد ہے جو آقائے دو جہاں علیہ السلام کے ادنیٰ درجہ کے خادم ہیں کہ انھیں مردہ ہونے کا دل میں خیال بھی نہ لانا تو جب ان کی شان اتنی بلند ہے تو پھر انبیائے کرام اور خصوصیت کے ساتھ آقائے دو جہاں علیہ السلام کے مردہ ہونے کا گمان کیسے ہوسکتا ہے؟

بلکہ انبیائے کرام تو دنیاوی حقیقی اور جسمانی حیات کے ساتھ بھی زندہ ہیں کہ حضرت اوس سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔ (ابن ماجہ، ص ۱۱۹، کتاب الجنائز)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابودردا سے روایت ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّم اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ (ایضاً)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے تو اللہ کا نبی زندہ ہے، روزی دیا جاتا ہے۔

سرکار علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

لَا يَمْنَعُ رُؤْيَةُ ذَاتِهٖ عليه السلام بِجَسَدِهٖ وَبِرُوْحِهٖ وَذَالِكَ لِاَنَّهٗ وَسَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ ﷺ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَاُذِنَ لَهُمْ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَ التصرفِ فِي الْمَلَكُوْتِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ۔ (شرح مواہب اللدنیہ)

یعنی کوئی بات اِس امر کو مانع نہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی روح مبارک یا وہ مجسم نظر آئیں، اس لئے کہ آپ اور دیگر انبیائے کرام کی ارواح مبارکہ بعد وفات ان کے مقدس جسموں میں باذن الٰہی دو بارہ واپس کردی گئی ہیں اور ان کو رب العزت کی طرف سے تصرف اور عام اجازت عطا کی گئی ہے کہ اپنے مقدس مزارات سے نکل کر عالم بالا اور دنیا میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی دنیاوی، جسمانی زندہ ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۱ص ۴۵) حیات انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منکر گمراہ بددین ہے۔ (ایضاً ص ۴۶)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(حدائق بخشش، حصہ ا،ص ۴۸)

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُس آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

(حدائق بخشش، حصہ ۲،ص ۱۶)

مذکورہ بیانات سے یہ حقیقت خوب واضح ہوگئی کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد ونظریات وہی ہیں جن کی تعلیمات قرآن وحدیث اور اسلاف کرام نے دی ہیں لہٰذا یہی فطرتی اور حق مذہب ہے اور دیگر تمام مذاہب والے چاہے جس قدر مال ودولت اور دنیاوی خوشحالی جمع کر لیں سب کے سب بے راہ روی کے شکار ہیں۔

سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت نے خرافات وواہیات اور بدعات کے محلات کو بھی زمین بوس کیا ہے اور ان بے ہودہ حرکات کو مٹایا ہے، کبھی بھی ان کی تائید نہیں کی ہے۔ دیکھئے سرکار اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی طرف سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ (الملفوظ، حصہ دوم، ۱۱۶،۱۱۷)

ایک اور سوال ہوا کہ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید کی روح قبض کر لی تو اس پر حضرت غوث الاعظم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے مرید کی روح چھوڑ دو تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے بحکم الٰہی روح قبض کی ہے لہٰذا بغیر حکم نہیں چھوڑوں گا، اس پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا تو حضرت غوث الاعظم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایسا تھپڑ مارا کہ ان کی ایک آنکھ نکل گئی۔ اِس روایت کو بیان کرنا شرعاً کیسا ہے؟

تو سرکار اعلیٰ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ روایت ابلیس کی گڑھی ہوئی ہے، اس کا پڑھنا سننا دونوں حرام۔ احمق جاہل بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم کرتا ہے حالاں کہ وہ حضرت غوث اعظم کی سخت توہین کر رہا ہے، کسی عام مسلمان کی اس سے بڑھ کر توہین کیا ہوگی کہ اُسے کفر کی طرف نسبت کیا جائے؟ سیدنا عزارائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالا جماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں۔ کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہین رسول کے سبب معاذ اللہ اس کے لئے باعث کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲،ص ۱۹۸،۱۹۹)

ایک اور سوال ہوا کہ اِن دنوں اکثر احباب کو گمنام خطوط اِس مضمون کے ساتھ مل رہے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد اللہ الصمد ایاك نعبد و ایاك نستعین و انعمت علیھم۔ اس مضمون کے نو خطوط تین دنوں میں نو جگہ بھیجے جائیں تو بہت فائدے ہوں گے ورنہ نقصان۔ اس مضمون پر حکم شرع کیا ہے؟

تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا یہ بدعت شنیعہ ہے، کسی جاہل نے ایجاد کی جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور قرآن عظیم کا بے ادب کارڈوں پر کلام الٰہی لکھ کر کہیں بھیجا جاتا ہے کہ خطوط پہنچانے والے اکثر ہنود اور عموماً بے وضو ہوتے ہیں اُس سے مس کرتے ہیں، مہریں لگانے والے بے وضو یا ناپاک ہاتھوں سے چھوتے ہیں، زمین پر رکھ کر مہر لگاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے کہ ایسا کروگے تو خوشی ہوگی ورنہ آفت۔ (ایضاً ۱۹۹)

آپ سے یہ بھی سوال ہوا کہ ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں جب اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع بھی نہیں کرتا تو حکم بھی نہیں کرتا، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

تو آپ نے جواب دیا کہ یہ شخص بہت خطا پر ہے اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد نہم، ص ۱۷۶)

ایک اور سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں سجدہ دو قسم پر ہے سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت۔ سجدۂ عبادت غیر خدا کے لئے کفر ہے اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) غیر خدا کے لئے حرام مگر کفر وشرک نہیں کہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا اور کفر وشرک کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً)

یہاں تک کہ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر ص ۱۸۰ سے ۱۸۴ تک بڑی تفصیلی بہت فرمائی ہے۔ اس کی حرمت پر تحقیقات نادرہ پر مشتمل ایک مستقل رسالہ الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ بھی تحریر فرمادی جو فتاویٰ رضویہ جلد نہم میں شامل ہے۔

سجدۂ تعظیمی تو سجدۂ تعظیمی ہے، آپ نے تو بوسۂ قبر سے بھی منع فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیے۔

(ایضاً ج ۴، ص ۱۶۳)

دوسری جگہ فرماتے ہیں بعض علما، اجازت دیتے ہیں مگر جمہور علما مکروہ جانتے ہیں تو اُس سے احتراز ہی چاہیے۔ (ایضاً ۱۸۱)

آپ سے یہ بھی سوال ہوا کہ کسی ولی اللہ کا مزار فرضی بنانا، اُس پر چادر وغیرہ چڑھانا اُس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا، ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کو اپنی فرضی قبر بنانے کی خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا نہیں۔

اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا، معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (ایضاً ص ۱۱۵)

اپنے دوسرے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لی وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور یہ اعلان اُسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور پھیرنی واجب۔ زیارت قبر بلا مقبور کے جلسہ میں شرکت جائز نہیں۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد ومعاون ہیں سب گناہگار وفاسق ہیں۔ (ایضاً)

یہ بھی سوال ہوا کہ پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟ ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں اور توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں، اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور دور تک سنائی دیتی ہے، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو اور یہ صورت محض خلاف شرع وخلاف حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔

(ایضاً ج ۹، نصف اول، ص ۳۰۳، ۳۰۴)

معلوم ہوا کہ اہل سنت وجماعت نے ہمیشہ بدفعات وخرافات کو روکنے کی کوشش کی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص خرافات میں مبتلا ہو تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس سے مذہب اہل سنت کو برا نہیں کہا جائے گا، مثال کے طور پر اگر خانقاہ والے عورتوں کو مزار پر آنے یا عرس میں شریک ہونے سے نہ روکیں بلکہ اپنی بھاری کمائی کے لئے انھیں مزار پر آنے کی ترغیب ہی دلائیں تو اِس قباحت کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے، اس سے مذہب اہل سنت کی صداقت وحقانیت پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ اگر یہ خانقاہ والے اپنے اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے صفائی دیں کہ ہم تو عورتوں کو عرس میں آنے سے بہت روکتے ہیں لیکن وہ باز نہیں رہتیں تو ان کا یہ عذر ہرگز قابل قبول نہ ہوگا کہ اگر اُن کا دل صاف ہوتا تو وہ عورتوں کے سنگار میں کام آنے والے سامانوں کو یہاں ہرگز بکنے نہ دیتے کہ عورتیں زیادہ تر انھیں سامانوں کے بہانے سے آجاتی ہیں۔

اگر حتی الوسع روکنے کے باوجود بھی وہ تقریبات میں آنے سے باز نہ رہیں تو ایسا عرس ہی بند کر دینا چاہیے کہ جس عرس میں ناجائز امور کا ارتکاب ہوتا ہوا۔ مرد وزن کے اختلاط کے بغیر اس کا انعقاد ہی نہ ہو کہ ایسا عرس ہی ناجائز ہے۔

☆☆☆

☆استاذ مرکزی دار العلوم عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ سٹی، پٹنہ (بہار)
8051565474

**اصلاح معاشرہ**

# ماں باپ شرمندہ، ذمہ دار کون؟

**حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی★**

اِنسان کی بہت ساری فطری ضروریات ہیں، اہم ضروریات میں روٹی کپڑا اور مکان ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد کھانے پینے کے ساتھ سب سے اہم ضرورت جنسی خواہش کو پوری کرنا رہتا ہے۔ جس طرح کھائے پیئے بغیر آدمی نہیں رہ سکتا، اسی طرح جنسی ضرورت پوری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے نوجوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔ (نفسانی خواہش، عموماً خواہشِ جماع کو توڑنے والا ہے)

(صحیح بخاری، کتاب النکاح حدیث:۵۰۶۶۔ ج:۳، ص ۴۲۲)

اسی لیے اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے، اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ نہایت جامع اور بے نظیر ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح ''شادی'' محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری ضروریات وجذبات کی تسکین، آسودگی کا نام نہیں۔ انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں اُن میں نکاح بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے اسلام اِنسان کو اپنی فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جہاں چاہو جانوروں کی طرح منھ نہ مارو۔ شادی کے بغیر جنسی تعلق قائم کرنا حرام و گناہ ہے، گناہ ہے، گناہ ہے۔ اسلام نے نکاح کو نسلِ انسانی کی بقا و تحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے اور نکاح کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔

شریعت مطہرہ نے اسلامی معاشرے کو جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لیے تسکینِ شہوت کے لیے نکاح کا حلال راستہ بتایا ہے اور نکاح کی صورت میں ہم بستری وجسمانی تعلقات قائم کرنے کو نہ صرف حلال قرار دیا بلکہ ثواب بھی بتایا۔ جب کہ اس کے علاوہ تسکینِ شہوت کے دیگر تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے۔ نکاح چونکہ تسکین شہوت کا حلال ذریعہ ہے اس وجہ سے نکاح کا اعلان کرنے کا حکم دیا کہ مسجد میں نکاح کرو، کی ترغیب بھی دی ہے تا کہ اس حلال و پاکیزہ بندھن، رشتہ ازدواج سے جڑنے والے افراد پر کسی کو تہمت لگانے کا موقع نہ ملے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے جو نسل انسانی کی بقا کا ذریعہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِس نکاح کا اعلان کرو (یعنی نکاح) اعلانیہ کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔'' (سنن ترمذی حدیث:۱۰۸۹)

**والدین اور معاشرے سے چھپ کر شادی کرنا معیوب ہے:** اپنی پسند کی شادی کرنا، والدین اور معاشرے سے چھپ کر شادی کرنا، خاندان و گھر والے جس شادی سے راضی نہ ہوں معاشرتی شرم وحیا کا باعث ہے اور نکاح کے مقصد کے بھی خلاف ہے رسول گرامی کے فرمان کے بھی خلاف ہے کہ نکاح کا اعلان کرو مسجد میں نکاح کرو۔ چھپ چھپا کر شادی بے شرمی اور اپنی عزت کو نیلام کرنا، ماں، باپ کی عزت کو گروی رکھنا، معاشرے کی سب سے گھناؤنی بُرائی ہے۔ خصوصاً لڑکی کی جانب ایسا قدم اُٹھانا فطری حیا اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اس لیے شریعت نے اس کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ بالغہ لڑکی کفو میں اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے، شرعاً اس کی اجازت تو ہے۔ البتہ بہتر نہیں، اس میں دنیا و دین و آخرت کی تباہی ہے۔ ''کفو'' کا برابر ہونا، ذات میں برابر ہونا، ہم خاندان ہونا، ہم رتبہ ہونا، نسب کے لحاظ سے برابر ہونا، وغیرہ وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا مسلمان ہو، دیانت اور نسب و مال و پیشہ اور تعلیم میں لڑکی کا ہم پلہ ہو۔ اس سے کم نہ ہو۔ کفائت میں مرد کی جانب کا اعتبار ہے یعنی لڑکے کا لڑکی کے ہم پلہ اور برابر ہونا ضروری ہے۔ (زیادہ معلومات کے لیے فقہ کی کتابیں، قانونِ شریعت، بہارِ شریعت و دیگر کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں) بالغہ لڑکی اگر باضابطہ ہم کفو میں گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیتی ہے تو نکاح صحیح اور درست ہو جاتا ہے؛ تاہم بالغہ لڑکی کے ماں، باپ کی مرضی کے خلاف بھاگ کر نکاح، کورٹ میرج کر لینا انتہائی نامناسب

ہے اور ماں، باپ کی بے عزتی کرنا کرانا انتہائی نامناسب کام ہے، اس میں بہت سی قباحتیں ہیں چونکہ بھاگنے سے پہلے بالعموم ابتداء میں غلط تعلقات پیدا ہوتے ہیں، حرام کاریاں ہوتی ہیں، نکاح سے پہلے ہی جنسی تعلقات، قائم ہوتے ہیں جوانی کے جوش ومحبت میں غلط کام میں کوئی شرم وحیا باقی نہیں رہتی۔ اسی لیے اگر خاندان کے دیگر افراد ناراض ہوتے ہیں، تو ان کا ناراض ہونا بجا ہوتا ہے؛ لیکن جب اس لڑکی نے نکاح کرلیا اور اپنے سابقہ ناجائز تعلقات سے توبہ کرلیا تو اب خاندان و دیگر افراد کو بھی تعلقات استوار کر لینا بہتر ہے۔ قطع تعلق کی اسی حد تک اجازت ہے جب تک انسان گناہ پر برقرار رہے۔

**پسند کی شادی بعد میں پچھتاوی:** عموماً پسند کی شادی میں جوانی کا جوش اور وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان جذبات اور پسندیدگی میں کمی آنے لگتی ہے، نتیجۃً ایسی شادیاں ناکام ہوجاتی ہیں اور آگے چل کر ''طلاق'' کی نوبت آجاتی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں خاندان والوں اور تجربہ کار والدین اور بزرگ حضرات کے صلاح ومشورے کے بعد طے کیے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ فریقین دولہا، دُلہن کے اوپر دونوں جانب سے دباؤ قائم رہتا ہے، نرم، گرم، ان بن ہونے پر دونوں طرف کے کارجین کی مداخلت سے سمجھا بجھا کر معاملہ رفع دفع ہو جاتا ہے، شریعت اسلامیہ نے یہی تعلیم دی ہے اور بالعموم شریف گھرانوں کا یہی طریقہ کار ہے۔ والدین کی کرائی گئی شادیاں دیرپا ہوتی ہیں، زوجین میں محبت پروان چڑھتے رہتی ہے۔ بچوں، لڑکیوں، لڑکوں کو چاہیے کہ وہ شادی جیسے اہم رِشتے کو کرنے جیسے بوجھ کو خود سے اُٹھانے کی بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کریں، ان کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔

**ناجائز شہوانیت سے اجتناب کے فوائد:** ہر مسلمان خاص کر مسلم بچے، بچیاں اپنی عزت وناموس کی حفاظت کریں اپنے ماں، باپ کو شرمندگی سے بچائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت بُری راہ ہے۔ (القرآن، سورہ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۳۲)

اس آیت میں زنا جیسے گناہ کی حرمت وخباثت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز ایک خوفناک شکل میں پوری دنیا میں عذابِ الٰہی کی صورت میں پھیلتا جا رہا ہے۔ حضور کی حدیث پاک ہے: اعلیٰ ترین ثواب یہ ہے کہ باوجود قدرت کے، خوفِ خدا کے باعث زنا نہ کرے۔ خاص طور سے اس وقت شہوت بھی پائی جارہی ہو اور زنا سے باز رہے تو یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عاشق ہوا اور پارسا رہا اور عشق کو چھپایا پھر مر گیا وہ شہید ہے۔ (اسلام امن عالم باب ۴ ص ۱۶۵)

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''شرم گاہ کی شہوت تمام انسانی شہوات پر غالب ہے اس کے نتائج ایسے بھیانک ہیں جن کے بیان سے شرم آتی ہے اور اظہار سے خوف لگتا ہے۔ آپ نے تصریح فرمائی کہ زنا اور نظر بد سے بچنے والوں میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۱) اپنی عاجزی کے سبب (۲) کسی خوف کے باعث (۳) عزت و حشمت کے خیال سے (۴) حیا شرم کی بنیاد پر اور ان تمام وجوہ سے بچنے والے کو کوئی خاص ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اِن میں ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے، ہاں اِن مواضع میں بھی ایک فائدہ بہر حال ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ چاہے جس سبب سے ہو۔ آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شہوت اِنسانی عقل کی سب سے نافرمان چیز ''زنا'' ہے یعنی غصہ سے بھی زیادہ۔ وغیرہ (اسلام امن عالم باب ۴، ص ۱۶۵)۔

**ماں، باپ کی ذمہ داریاں:** بچیوں اور لڑکوں پر بھی کڑی نظر رکھیں عمر ہونے پر جلد شادی کریں۔ جہیز اور زیادہ پڑھانے کی لالچ میں شادی میں دیر بالکل نہ کریں، بے حیائی بے شرمی کی محفلوں میں قطعی شریک نہ ہونے دیں، آج کے جو حالات ہیں اِن میں ماں باپ بھی برابر کے ذمہ دار ہیں اور تاخیر سے شادی کرنا بھی ایک اہم سبب ہے۔ اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

شخصیات اسلام | تیسری اور آخری قسط

# مولانا جلال الدین رومی۔ایک ہمہ جہت شخصیت

محمد کلیم اشرف★

**تصانیف:** آپ نے ''فیہ مافیہ، دیوان شمس تبریزی، مثنوی معنوی'' اور خطوطِ رومی وغیرہ یادگار چھوڑیں ہیں۔ایرانی کتب میں چار کتابوں کو ایسی عالمی شہرت ہوئی کہ آج تک اس مقام تک کوئی کتاب نہ پہنچ سکی ان میں علی طوسی فردوسی (م ۳۲۹ھ) کی ''شاہ نامہ فردوسی''، مصلح الدین سعدی شیرازی کی ''گلستاں''، خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (م ۷۹۲ھ) کی ''دیوان حافظ'' اور محمد جلال الدین بلخی کی ''مثنوی''، مگر اُن کتابوں میں جو مقام و مرتبہ مثنوی کو ہوا، بقیہ کتابوں کو نہ مل سکا۔یہی کتاب آج تک شیخ رومی کو زندہ کیے ہوئے ہے جس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ تمام ایرانی کتابوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔سلوک و معرفت کی راہ پر چلنے، روحانی تربیت دینے، حقائق و معارف، عقائد و علم کلام اور احکام شرائع بیان کرنے کے لئے شیخ رومی کی مثنوی زبردست کسوٹی معلوم ہوتی ہے۔کتب تصوف میں اس کے مدمقابل کوئی معیاری کتاب نہیں۔کتاب کی اسی جامعیت وحسن نے سب کی زبان سے یہ کہلوانے پر مجبور کردیا۔

مثنوی مولوی معنوی، ہست قرآں در زبان پہلوی
مولوی کی مثنوی معنوی، پہلوی زبان میں قرآن ہے

قاضی سجاد حسین یوں لکھتے ہیں:

''اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ افاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی کسی کتاب کی طرف نہ کی۔'' (۲۴)

**جامع ملفوظات:** بہاء الدین محمد یا احمد نام ہے ''سلطان ولد'' سے مشہور و معروف ہیں۔ایام طفل ہی سے سعادت کے آثار ہویدا تھے۔شیخ رومی کے صاحبزادگان میں یہ سلوک و تصوف میں بڑے فضل و خوبی کے حامل تھے۔محمد جلال الدین رومی نے پدرِ بزرگوار کی محبت و یاد میں یہ نام رکھا تھا۔مقام لارندہ (کرمان) میں ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ کا نام گوہر خاتون ہے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔والد سے فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی تعلیم حاصل کی مزید تعلیم کے لئے حلب اور شام کا بھی سفر کیا۔سید برہان الدین ترمذی اور شمس تبریزی کی خدمت میں رہے، حسام الدین چلپی کو اپنا قائم مقام اور باپ کا خلیفہ تسلیم کیا۔شیخ صلاح الدین زرکوب قونیوی کے ساتھ بھی اچھے مراسم تھے، شیخ رومی نے سلطان ولد کی شادی ان کی دختر نیک فاطمہ خاتون سے کردی، اس وجہ سے سلطان ولد کے خسر و بھی ہیں۔ان سب کی ایسی خدمت کیں ہیں جو بیان سے باہر ہے۔

سلطان ولد کئی مدتوں تک مولانا رومی کے کلام کی ترجمانی فصیح وبلیغ انداز میں کرتے رہے اور حقائق و معارف کے خزانے مخلوقِ خدا پر لُٹاتے برساتے رہے۔تاریخوں میں ذکر ہے کہ مملکتِ روم میں آپ کے خلفاء و مریدین ہی نظر آتے۔''رباب نامہ'' ہی شیخ رومی کے کلام کی تفسیر ہے۔''انسائیکلوپیڈیا'' اور ''صاحب المثنوی'' میں اسی مثنوی کا ذکر ہے جو خواجہ حکیم سنائی غزنوی (م ۵۳۵ھ) کے مثنوی ''حدیقۃ الحقیقۃ'' کے وزن پر ہے، اس میں معارف و اسرار کے موتی پنہاں ہیں۔سلطان ولد جب بڑے ہوئے تو شیخ رومی سے اس قدر شباہت تھی کہ دور سے ہی لوگ جان لیا کرتے کہ یہ تو شیخ کے بھائی معلوم ہوتے ہیں، شیخ اکثر فرماتے کہ تم مجھ سے خلق اور خلق میں بہت مشابہ ہو: اَنْتَ اَشْبَهُ النَّاسِ لِي خَلْقاً وَ خُلْقاً۔ (۲۵)

بڑی عقیدت و محبت سلطان ولد سے کرتے اور نام بڑے ادب سے لیتے، آپ نے اپنے مدرسہ کے در و دیوار پر سنہرے حرفوں سے یہ کلمات لکھا رکھا تھا کہ بہاء الدین ولد ہمارا نیک بخت ہے، خوش زندگی اور خوش چلتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم کہتے ایک دن بڑے ہی فرحت و مسرت میں ارشاد ہوا کہ اے میرے لخت جگر میرا اِس دنیا میں آنا تمہارے ظہور کی وجہ سے تھا۔یہ باتیں میرے اقوال ہیں اور تیرے فعل۔یہ اُن دنوں کے قول ہیں جب شمس تبریزی پہلی دفعہ قونیہ میں رہ کر اچانک چلے گئے تھے دوبارہ واپس نہیں آئے اور کہیں نام و نشان نہ تھا۔کئی زمانے کے بعد دمشق کے بازاروں میں لوگوں نے دیکھا اور اس کی اطلاع شیخ

رومی کو ہوئی تو شیخ تڑپ اٹھے سلطان ولد سے کہا کہ فرزند دمشق جاؤ اور شمس تبریز کو تلاش کرو، ساتھ ہی سونے چاندی کے سکے بھی لے جاؤ اور جب تمہیں شمس تبریزی ملیں سلام عرض کرنا اور حالِ غم سنانا، ان کے پاپوش کو اس سے بھر دینا پاپوش کا رُخ ملک روم کی طرف کرنا اور ہماری طرف سے کہنا کہ جن لوگوں اور مریدوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے وہ سب کے سب صدائے قلب سے توبہ اور خدمت شمس میں معافی کے التجاء ہیں کہ شیخ معاف فرمائیں۔

شیخ رومی بلخی نے یہ بھی پیشین گوئی کردی تھی کہ جب تم صالحیہ قصبہ میں جاؤ گے تو وہاں ایک مشہور سرائے ہے وہیں تم ان کو پالو گے۔ شمس تبریزی فرنگی (یوروپین) لڑکے کے ساتھ چوسر (شطرنج) کھیلنے میں مست ہوں گے۔ کیفیت یہ ہے کہ جب شمس تبریزی بازی جیت جاتے ہیں تو اس فرنگی سے ایک سکہّ لیتے ہیں اور جب فرنگی بازی مار لیتا ہے تو وہ آپ کو ایک تھپڑ مارتا ہے، فرزند خبردار! یہ دیکھ کر بُرا گمان نہ کرنا یہ فرنگی بھی اسی گروہ سے یعنی قطب وقت ہے، کمسنی کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو نہیں جانتا ہے۔ شمس یہ چاہتے ہیں کہ فرنگی اپنے مقام ومرتبہ کو جانے یہ مقام انہی سے حاصل ہوگا۔

سلطان ولد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شیخ رومی کے کہنے پر دمشق کے لئے روانہ ہوئے تو صالحیہ کے سرائے میں شمس تبریزی کو پالیا جیسے جیسے بتایا تھا سبھی اسرار ظاہر ہو رہے تھے چوسر کھیلنے میں مشغول تھے فرنگی نے بساط اُلٹ دی اور آپ کو تھپڑ رسید کیا سلطان ولد یہ دیکھ کر تڑپ اُٹھے اور شمس کے قدموں میں سر رکھ دیئے اور رونے لگے۔ شمس تبریزی نے جب دیکھا تو سلطان ولد کے سر کو چوما نوازشات کی بارش برسائی شیخ رومی بلخی کا حال پوچھا، سلطان ولد نے سلام عرض کیا اور کہا ملک روم کے سبھی معتقد ومخلص خدّام آپ کی تشریف آوری کے متمنی ومشتاق ہیں۔

بڑی منت سماجت کی اور جو اپنے ساتھ لائے تھے شمس تبریزی کے پاپوش میں بھر دیا اور پاپوش کو روم کی طرف پھیر دی جب فرنگی شہزادے نے یہ ماجرا دیکھا اور ان کی بزرگی دیکھی تو اپنے آپ کو ندامت کے اوڑھنی میں لا پیٹ لیا۔ اسی وقت خواجہ شمس تبریزی کے دست پرست پر ایمان سے مشرف ہوا چاہا کہ جو کچھ سرمایہ میرے پاس ہے سب نثار کردوں خواجہ شمس نے کہا کہ فرنگستان جا اور وہاں اسلام کی اشاعت کر۔ سلطان ولد نے قونیہ چلنے کی درخواست کی اور والد ماجد کے احوال سنائے۔ ایک روایت میں خط کا ذکر ہے جو شیخ رومی نے شمس تبریز کے نام منظوم کے طرز پر لکھا تھا چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

از حلاوت جدا شدیم چو موم — کہ ازاں دم کہ تو سفر کر دی

ز آتشِ جفت و انگبیں محروم — ہمہ شب ہمچو شمع می سوزیم

جسم ویران و جان ہمچو بوم — در فراقِ جمال تو ما را

(تو نے جب سے سفر کیا ہے میں موم کی طرح شہد سے جدا ہو گیا ہوں۔ تمام رات شمع کی طرح جلتا ہوں میں آتش وصل میں شراب سے محروم ہوں۔ تیری جدائی میں میرا جسم ویران ہے اور جان موم کی طرح ہے)(۲۶) خواجہ شمس تبریزی نے قبول کیا، روانہ ہوئے۔ سلطان ولد نے اپنی سواری پیش کی اور آفتاب زمانہ کو سوار کیا، خود پیدل چلنے لگے۔ خواجہ شمس نے کہا کہ بہاء الدین! سوار ہو جاؤ۔ عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سلطان جس سواری پر سوار ہو غلام اس پر سوار ہو جائے یہ ہم سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔ سلطان ولد کم وبیش ۵۹۵ کلومیٹر کی لمبی مسافت طے کر کے دمشق سے قونیہ پیدل لے کر آئے۔

جب شیخ رومی کو خبر ملی کہ شمس تبریزی آرہے ہیں تو فرحت و شادمانی میں اپنا لباس اتار کر خبر لانے والے کو عطا کیا اور اپنے جاں نثاروں و درویشوں کی جماعت کے ساتھ شہر کے باہر بڑے تزک و احتشام سے استقبال کیا، شیخ شمس کی نظر جیسے ہی شیخ رومی پر پڑی بے اختیار سواری سے اترے، شیخین آپس میں دیر تک بغل گیر اور اشک باری کرتے رہے۔ شیخ شمس الدین تبریز کے آنے سے پھر وہی چمک دمک اور مسرت وانبساط پورے قونیہ میں لوٹ آئی۔ شیخ رومی دنیا ومافیہا سے ہٹ کر پیر ومرشد کی خدمت کرتے رہے۔ خواجہ شمس کی ملاقات شیخ رومی سے ہوئی اور جو خدمتیں سلطان ولد نے کی تھیں بیان کیں اور کہا کہ میں نے سلطان ولد سے یہ کہا، اس نے یہ جواب دیا تو میں بہت خوش ہوا، اللہ تعالیٰ کی بخششوں میں سے دو چیزیں ہمیں عطا ہوئی ہیں، سَر اور سِر (اسرارِ الٰہی) سَر تو مولانا کی راہ میں اخلاص کے ساتھ میں فدا کر دیا اور سِر بہاء الدین کو عطا کر دیا۔ اگر سلطان ولد بہاء الدین کی عمر حضرت نوح جیسی ہوتی اور سب کو اس راہ میں صرف کر دیتا تو وہ بات میسر نہ ہوتی جو دمشق سے قونیہ تک مجھ سے ملی ہے۔ امید ہے کہ آپ سے بھی فیض پائے گا۔ یہ ۶۴۳/۶۴۴ھ کا واقعہ ہے۔ آج پورے ۸ سال مکمل ہو گئے ہیں۔

شیخ رومی اور شیخ شمس تبریز کی آپسی محبت اور خدمتِ پیر ومرشد اور

شیخ رومی کا دلی لگاؤ جب عوام نے دیکھا تو برداشت نہ کر سکے اور شیخ شمس کے بارے میں چہ مگوئیاں کرنے لگے، نتیجہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جانی دشمن ہو گئے۔قونیہ دوبارہ آنے کے تقریباً دو یا تین سال بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ شیخ رومی اور شیخ شمس تبریزی ایک شام خلوت میں تھے کہ اچانک باہر سے آواز سنائی دی کہ شیخ جلدی آئیں، شیخ شمس نے شیخ رومی سے کہا کہ میری موت آواز دے رہی ہے۔ شیخ رومی نے کہا کہ ساری مخلوقات اور حکومت اسی پروردگار کی ہے تمام تعریفیں رب العلمین کی جو ساری چیزوں کا مالک ہے۔ حاسدوں نے شیخ شمس تبریزی پر چُھری سے وار کر دیا۔ آپ نے ایسا مہیب نعرہ مارا کہ ساتوں قاتل اندھے و بہرے ہو گئے۔اس روز سے کسی کو شیخ شمس الدین کا کچھ پتا نہ چلا۔

جب خبر ہوئی تو شیخ رومی اور معتقدین بہت روئے، سماع کی محفل کا آغاز ہوا غزلیں اور مرثیہ پڑھے گئے۔انھی میں شیخ جلال الدین رومی کا لڑکا علاء الدین محمد بھی تھا جس کے بارے میں شیخ نے کہا تھا کہ ’’یہ میرے اہل سے نہیں‘‘ جب ان سب کو ہوش آیا تو چند لہو کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ حادثہ ۶۴۵ھ کا ہے یہ سب قہار و جبار کی گرفت میں آ گئے کوئی بھی اس مصیبت سے نجات نہ پا سکا۔ابھی چند دن گزرے تھے کہ علاء الدین ایک مہلک مرض میں قضا کر گیا۔تجہیز و تکفین میں شیخ رومی شریک نہیں ہوئے۔شیخ شمس الدین تبریزی کو شمس العلماء شیخ بہاء الدین بلخی کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا مگر سپہ سالار نے اپنے ’’رسالہ‘‘ میں گم شدگی اور مفقود الخبر کا حال بتفصیل سے درج کیا ہے۔(۲۷)

شیخ جلال الدین رومی سے منقول ہے کہ شمس تبریزی نے بیان کیا کہ اللہ عزوجل سے میں زاری کیا کرتا کہ تو اپنے دوستوں کی صحبت عطا فرما۔ بشارت ہوئی کہ میں تمہیں ضرور اپنے دوست سے ملا دوں گا میں نے کہا کہ اے پروردگار وہ کہاں ہے بشارت ہوئی ملک روم میں ہے۔میں ایک عرصہ تک اس کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن نہ ملا۔ یہ بھی حکم ہوا کہ ہر کام کا ایک وقت ہے دل کو آرام ہو ہی جائے گا، ابھی ملاقات کا وقت نہیں آیا ہے تمہیں ضرور ملے گا۔شمس کہتے کہ میں خود اپنے آپ کو یہاں لایا ہوں اور اپنے سر کو میں نے شیخ رومی پر فدا کر دیا ہے۔سلطان ولد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ شیخ شمس الدین تبریزی بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے کہ اپنے کسی دوست کی صحبت عطا کر۔الہام ہوا کہ تو مجھ سے ہمارے کسی دوست سے ملاقات چاہتا ہے تو اس کے شکرانہ میں کیا دے گا؟ عرض کہ مولیٰ ’’سر را بشکرانہ می دہیم‘‘ ہے۔(۲۸)

ان کم بختوں نے آپ کی لاش کو کسی جگہ دبا دیا تھا۔سلطان بہاء الدین ولد نے ایک رات خواب دیکھا کہ شیخ شمس تبریز اُن سے کہہ رہے ہیں کہ میں فلاں جگہ سو رہا ہوں، تقریباً رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ سلطان ولد اپنے مخصوص یاروں کے ہمراہ اس مقام کی طرف آئے اور شیخ کو اُس گور گڑھا سے نکال کر شیخ کے مدرسہ میں لائے جس کے بانی شیخ امیر بدرالدین تھے، ان کے پہلو میں دفن کیا۔(۲۹)

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ شیخ رومی جلال الدین محمد نے شمس تبریز کی اُلفت میں مولوی درویشوں کا طریقہ قائم کیا تھا۔شیخ رومی کے چلے جانے کے بعد چلپی اُٹھے اور ساتویں روز تمام اصحاب و متعلقین کی موجودگی میں سلطان ولد کی خدمت میں عریضہ پیش کیا کہ آج سے شیخ کی مسند نشینی آپ سنبھالیں، تمام لوگوں کی رہبری کریں، آپ ہمارے شیخ ہم سب آپ کے غلام ہیں، ہر کوئی آپ کی بات تسلیم کرے گا۔ بہاء الدین ولد نے جب یہ بات سنی تو بہت ہی آہ زاری کی اور کہا کہ درویش زیادہ لائق ہے اپنے گُدڑی کے ساتھ اور یتیم زیادہ لائق ہے اپنے چلمن کے ساتھ۔ والد بزرگوار کے حیات میں جس طرح تم خلیفہ اور بزرگوار تھے آج بھی ہمارے شیخ و رہنما تمہیں ہو۔

شیخ رومی کہا کرتے بہاء الدین اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت میں رہو تو چاہیے کہ سب کے ساتھ حُسنِ اخلاق رکھو اور اپنے دل میں کسی کا غیظ و غضب نہ رکھو۔یہی تو اخلاقِ حسن ہیں جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا تابع و فرمابردار ہو جاتی ہے۔

تصانیف میں ’’رباب نامہ‘‘ وغیرہ کے علاوہ غزلوں کا دیوان بھی ہے جس کی اکثر غزلیں شیخ رومی کے غزلوں کے وزن پر ہیں لیکن اس دیوان کو اور شاعروں کے دیوانوں کی طرح شہرت نہ مل سکی۔مناقب و فضائل کثرت سے منقول ہیں شیخ حسام الدین چلپی کے بعد شیخ رومی کے جانشین مقرر ہوئے۔بقولِ سپہ سالار اُنیس (۱۹) برس کی جانشینی کے بعد آخر کار ۷۱۲ھ میں دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت کر گئے۔

**ملفوظات:** شیخ رومی کی ’’فیہ مافیہ‘‘ فارسی نثر کی ایک اہم کتاب شمار کی جاتی ہے جو معین الدین پروانہ (م ۶۷۵ھ) سے خطاب کیا گیا ہے، پروانہ شاہ رکن الدین قلیچ ارسلان کا وزیر سلطنت اور شیخ رومی کا مرید خاص اور مُنہ بولا بیٹا ’کاشان‘ کا رہنے والا تھا۔ یہ شیخ رومی کا

بڑا معتقد، ارادت مند تھا، رومی کی خاص نظر عنایت تھی اکثر و بیشتر مجلس رومی میں حاضر ہوتا، خدمت رومی میں انتہائی خلوص مندی کا اظہار کرتا۔ اسی بنا پر شیخ رومی اس کے دولت کدہ پر تشریف لے جاتے۔

فیہ مافیہ میں جو خطاب ہے ان کے سوالات کے جواب ہیں مگر یہ سوالات اور جوابات دنیاوی معاملات کے لئے نہیں بلکہ یہ صرف اور صرف رموزِ طریقت و معرفت یا راہ شریعت سے متعلق ہیں۔ بعض جگہ سید سروان برہان الدین ترمذی وغیرہ کو بھی مخاطب کیا گیا ہے ''فیہ مافیہ'' کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ یہ شیخ رومی کے ارشاداتِ عالیہ رموز و اسرار کا مجموعہ ہے جو ملفوظات ''فیہ مافیہ'' سے منسوب ہے۔ اس میں جو مسائل پیش ہوئے وہی مسائل ہیں جس کو شیخ رومی نے ''مثنوی معنوی'' میں شعری انداز میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ دیوان شمس تبریز میں جو غزل کا دیوان ہے وہ بھی انہی رموز و اسرار سے لبریز ہے۔ یہ تمام ظاہری روئداد اِس حقیقت پر مبنی ہے کہ شیخ رومی کی شخصیت اور مثنوی معنوی اور دیوان شمس تبریز کو سمجھنے کے لئے ''فیہ مافیہ کا پڑھنا بے حد فائدہ مند ثابت ہوگا۔ شیخ رومی کے کلام منظوم کی ہزاروں ابیات مختلف موضوع پر اور کئی جلدوں میں ہیں۔ ''فیہ مافیہ'' واحد نثری کتاب ہے اور کوئی کتاب اس کے علاوہ موجود نہیں، اس کی متن فارسی ہے اور عربی بھی۔ بعض جگہ بہت ہی زیادہ دشوار ہے، فارسی صنف سخن میں ''فیہ مافیہ'' تیرہویں صدی عیسوی کی شاہکار تسلیم کی جاتی ہے۔

اس وقت راقم الحروف کے پاس ''فیہ مافیہ'' کا فارسی، اردو نسخہ جو پیش نظر ہے اُن میں بدیع الزمان فروز انفر کا ''فیہ مافیہ''، عبد الرشید تبسم کا ''ملفوظاتِ رومی''، عبد الماجد دریابادی کا ''ملفوظات مولانا جلال الدین رومی،'' اور شمس بریلوی کا ''ملفوظات مولانا روم'' ہم نے انہی سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملفوظات کے سال ترتیب و تدوین ۷۱۱ھ ہے اس میں تہتر (۷۳) فصلیں اور ایک حکایت شامل ہے۔ ملفوظات کا اندازِ بیان سادہ اور اثر آفرین ہے۔ شیخ رومی کے مجالس میں ہر طرح کے لوگ ہوتے جس میں امراء و سلاطین خاص و عام ارباب علم و فن اور کم علم والے بھی جو شیخ کی عقیدت و محبت میں حاضر ہوتے اور شیخ کے ارشادات عالیہ کو سماعت کرتے، انہی حضرات کے فائدہ کی خاطر شیخ نے عام فہم زبان کا استعمال فرمایا۔ شروع سے آخر تک ایک ہی انداز بیان ہے۔ ملفوظات میں متنوع موضوعات پر شیخ کے ارشادات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ صوفیاء کی مجلسوں میں مرشد گرامی پر جو کیفیت، جذبہ یا جو حال وارد ہوتا ہے اس کی تشریح و توضیح اس کے بیان کا موضوع یا وہ ملفوظ کسی سوال کا جواب ہوتا ہے یہی صورت حال ملفوظاتِ رومی کا ہے۔ اس میں قرآنی آیات، تفسیر، احادیث نبوی، مسائل دینیہ، سلاطین کے واقعات سے بھر پور ہیں۔

ایک روایت میں ''فیہ مافیہ'' کو ''مقالات رومی'' بھی کہا جاتا ہے۔ ایک نسخہ ۱۳۵۰ء کا بہت ہی پرانا ہے جو ''الاسرار الجلالیہ'' کے نام سے تدوین ہے۔ (۳۰) ''فیہ مافیہ'' ہندی ایڈیشن جو معارف پریس اعظم گڑھ، اتر پردیش، بھارت کا ۱۹۲۸ء کا طبع ہوا ہے، اس میں تہتر (۷۳) فصلیں ہیں ان میں سے اُنسٹھ (۶۹) فارسی زبان میں ہیں اور چار (۴) فصلیں عربی زبان میں ہیں اور ایک حکایت شامل ہیں جبکہ ایرانی ایڈیشن جو مؤسسہ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۵۸ھ کا ہے اس میں کل ستر (۷۰) فصلیں اور کم و بیش چھ (۶) حکایت رقم ہیں۔ ہندی نسخہ کا آغاز دیباچہ سے ہوا ہے جو عبد الماجد دریابادی کا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ رسالہ مولانا جلال الدین رومی سے موسوم ہے جو سلطان بہاء الدین ولد نے مولانا کی مجلس میں اس کو قلم بند کیا ہے پھر نسب نامہ اور بلخ سے سفر ہجرت کرتے ہوئے شہر قُونیہ تک پہنچنا اور دنیا سے رحلت کرنا، سید برہان الدین، تبریزی، زرکوبی، چلپی کے نام، ''فیہ مافیہ'' کے ناپید نسخے و حصول یابی، اس کی تصحیح و اشاعت، فصول کی عبارات کو مختلف پیرائے میں کرنے اور رومی کی تصنیف پر تبصرے ہیں۔ آخر میں درج ہے کہ یہ رسالہ اسرارِ الٰہی کا گنجینہ ہے۔ عبد الماجد دریابادی یوں کہتے ہیں ''ہر فصل کی عبارات کو مختلف پیراگرافوں میں توڑنے کی جرأت میں نے ہی کی ہے ورنہ ہر نسخہ میں ہر فصل کی عبارت مسلسل تھی اور ہندی نسخوں میں تو فصلیں ہی نہ تھی فصلیں صرف استنبولی نسخہ میں تھیں۔'' (۳۱)

ایرانی ایڈیشن میں دس (۱۰) صفحات کا بدیع الزماں فروز انفر کا معلوماتی مقدمہ ہے۔ فیہ مافیہ کے قلمی مخطوطات یا طبع شدہ مختلف نسخے اور ان کے کتب خانے سے حصول یابی، نسخوں سے مقابلہ و تصحیح اور فیہ مافیہ کی معانی مطلب اور اس کی عظمت کے بارے میں متعدد جگہوں پر ذکر ہے۔ فتوحات مکیّہ کے حوالے سے فیہ مافیہ کے بارے میں درج شدہ اشعار بھی شامل ہیں۔ آخر میں قارئین سے صاحب مقدمہ التجا کرتے ہیں کہ علمی خوان سے اگر فوائد معنوی کا ایک لقمہ بھی اٹھائیں تو اس خوان

نعمت کا ایک تنکا اِس ناچیز کی روح کے نام چھلکا دینا۔ فیہ مافیہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شیخ رومی نے اکثر فقروں میں ''تو'' اور ''شما'' سے اور اسی طرح آدھے حصہ میں ''من'' اور آدھے میں ''ما'' سے خطاب کیا ہے۔ان میں کچھ فصلیں زیادہ طویل ہیں اور کچھ تو بہت ہی کم یعنی شروع میں جس فصل کو بیان کیا گیا ہے وہ زیادہ لمبی اور آخر کی فصلیں بہت ہی مختصر ہیں۔اس کے بعد نسخوں کی شروعات حدیث رسول شَرُّ الْعُلَمَاءِ مَنْ زَارَ الْاُمَرَاءَ وَخَيْرُ الْاُمَرَاءِ مَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ۔ الخ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بُرا عالم وہ ہے جو امراء کی صحبت اختیار کرے اور اچھا امیر وہ ہے جو علماء کی خدمت میں حاضری دے) سے ہوتی ہے۔

اب ہم ملفوظات کی ترتیب کا جائزہ لیتے ہیں،''فیہ مافیہ کے تمام نسخوں اکثر وبیشتر اسی انداز سے ترتیب ہوئے جو اس طرح ہیں، علماء اور امراء کی صحبت، استغراق عبادت کی اصل روح ہے، بادشاہ کی ہم نشینی خطرہ سے خالی نہیں، خودی کی اہمیت، انسان کا دنیا میں مقصود حقیقی، ایمان اور نماز، جہد وجہد کے بغیر عشق عشق نہیں ہوتا، دیدار الٰہی کی آرزو، روح اور نفس میں فرق، قلب اور اس کی گواہی، خدمت خلق ہی اصل شی ہے، محبوب کی کیفیات، مسلمانوں کی صفت، علم اور عمل، روح قرآن اس کے معانی ہیں، انسان کی قیمت بہت ہے، نااہلوں سے راز کی بات نہ کرو، بیوی کے ساتھ معاشرت، ولی کی پہچان بہت مشکل ہے، اصل چیز عزم صادق ہے، عاشق مختار کل نہیں، ظلم اور حرام کام کرنے والے کے لقمہ سے احتیاتی، سالک اور واصل کے مقامات، شرابی کی بات ناقابل قبول ہے، خواہش کی نفی، یقین کا مرتبہ طریقت میں، مہار اور مہار کش میں فرق، صلوٰۃ وسماع اور مغنیّ، دنیا دراصل گھر کی طرح ہے، عجائبات عالم کی تخلیق، خالق کائنات اور فعل تخلیق، تحصیل علم اور انداز تعلیم، رویت فی الوجود، تدبیر اور تقدیر، عامل وجاہل میں فرق، شروعات اپنی ذات سے کرو، نبوت کسبی نہیں، شکر کیا ہے، انسان میں اصل چیز جو ہر قابل ہے، طلب اور اس کا انداز، اندیشہ سے کیا مراد ہے، اثر وقت کا رہین منت ہے، مدح وتعریف، خاطر عزیز وشادمانی، شیخ سے دوستی اور اس کا انداز، عُقدہ کشائی، شنیدہ مانند دیدہ، مصطفیٰ ہدایت کا سرچشمہ ہیں، حضرت ابو بکر کی فضیلت، سماعت ومشاہدہ، مثال اور بے مثال کی حقیقت، محبت و خدمت میں فرق، ذکر اللہ کے ساتھ ذکر مصطفےٰ ضروری، متابعت کیا چیز ہے؟، تواضع کیا ہے، وجدان کیا ہے؟ احکام الٰہی کی صورت کے مطابق حضرت آدم کی تخلیق، تحصیل علم، اہل دوزخ منافق اور کافر، والدین مثل زنبور ہیں۔

اب اُن نصیحت آموز ارشادات کو پیش کرتے ہیں جن کو مولانا روم کے فرزند سلطان ولد بہاء الدین نے قلم بند فرمایا ہے۔

''اتا بک کا لڑکا میرے والد یعنی شیخ رومی کے پاس آیا تاکہ ملاقات کا شرف حاصل ہو۔اس سے شیخ نے فرمایا کہ تیرے والد ماجد ہمیشہ حق میں مشغول رہتے ہیں، ان کا اعتقاد اُن پر غالب ہے یہ کیفیت ان کی باتوں سے معلوم ہوئی ہے۔اب اسی کو دیکھو کہ روم کے کافروں نے یہ طے کیا ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو تاتاریوں کو دینا شروع کریں تاکہ ان کا اور ہمارا دین ایک ہو جائے یعنی سب خلط ملط ہو کر ایک دین پر ہو جائیں اور یہ نیا مذہب جو مسلمانوں کا سامنے آیا ہے جیسے اسلام کہتے ہیں مٹ جائے، جب اِس بات کی اطلاع اتا بک کو ہوئی تو اس نے کہا یہ دین کیسے ایک ہو سکتا ہے ہمیشہ تو دو یا تین دین ہوتے رہے، ان کے درمیان قتل وجدال ہوتا ہے تم دین کو آخر ایک کیسے کر سکتے ہو؟ وہ بھی اپنے طور طریقہ سے اس کے بعد اتا بک نے اس فتنہ کا سد باب کیا۔

واقعہ کے بعد شیخ نے کہا: دنیا کا ایک ہی دین تو وہیں پر ہوگا یعنی قیامت کے روز، مگر اِس جگہ جسے دنیا کہتے ہیں ممکن نہیں کیوں کہ اس دنیا میں ہر ایک کہ مراد اور خواہشات الگ الگ ہوتی ہے اس لئے یہاں پر ایک ہونا ممکن نہیں قیامت کے دن ہی ممکن ہے، وہیں پر خلق خدا ایک ہوگی سب کے سب کی نگاہیں ایک مرکز پر ٹکی ہونگیں سبھی کے کانیں اور زبانیں ایک بات سنیں گے اور کہیں گے۔

شیخ سے کسی نے پوچھا کہ اَلتَّحِيَّاتُ کے کیا معنیٰ ہیں اور وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ سے کیا مراد ہے؟ کہا کہ یہ تمام عبادتیں، بندگی اور پرستش یہ سب کے سب عطائے الٰہیہ ہیں اور اس کی ملک ہیں کیونکہ اگر ہمیں وہ صحت وعافیت نہ فرماتا تو یہ عبادتیں یعنی پرستشیں، خدمتیں، بندگی اور فراخت مجھ سے نہیں بجالائی جاتی، اس سے یہ بات عیاں ہوئی کہ تحیات اور طیبات سب اللہ رب العزت کے لئے ہے، اسی کی توفیق اور مہربانی سے ہیں، اس میں ہمارا کچھ دخل نہیں سب کچھ اسی کی ملکیت اور اسی سے ہیں۔ مثال کے طور پر موسم بہار میں کھیتی باڑی میں لوگ مشغول رہتے، سفر کرتے، مکانات بناتے، آبادی سے نکل کر

جنگل کی طرف جاتے ہیں ان لوگوں کے لئے یہ ساری بہاریں اسی موسم بہار کی بخشش اور عطا ہے ورنہ تو لوگ اپنے گھروں میں محبوس رہتے ہیں جیسے قید خانہ اور غاروں میں بند ہوں پس اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کھیتی باڑی اور تفریح اور تمام کی تمام نعمتیں اسی فصل بہاری کا صدقہ ہیں، انسانوں کی نگاہیں اسباب پر ہوتی ہیں اور ان تمام باتوں کو اسباب کا نتیجہ جانا سمجھا جاتا ہے لیکن اولیاء کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اسباب کی حقیقت پردہ جیسی ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں اور یہ پردہ اس لئے ہے کہ اسباب کے توسط سے مُسبّب کو جانیں اور دیکھیں اور یہ بھی جانیں کہ اس پردہ کی اصل حقیقت ایک طلسم سے زیادہ نہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے مانو کوئی شخص پردہ کے پیچھے سے بات کررہا ہے تو لوگ سمجھیں کہ پردہ گفتگو کررہا ہے اور ان کو یہ احساس نہ ہو کہ پردہ مصروفِ کار نہیں بلکہ اس کی حیثیت محض ایک پردہ کی ہے، بات کرنے والا پردہ سے باہر آجائے تو سب جان لیں گے اور اس حقیقت کا اظہار ہو جائے گا کہ پردہ تو صرف ایک بہانہ تھا۔

''مقربین بارگاہ الٰہی اور اولیاء کرام نے بغیر اسباب کے کام ہوتے دیکھا ہے وہ اس طرح کہ اسباب سے بالکل آزاد تھے اور اپنے معاملہ کو مسبب الاسباب پر چھوڑ دیا پھر بھی کام سرانجام ہوگیا جیسے کہ پہاڑ میں سے اونٹ کا نکل آنا، عصائے موسیٰ کا اژدھا بننا، سنگ خارہ سے بارہ (۱۲) چشموں کا جاری ہونا، حضور رحمت للعالمین کی مبارک انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکڑے ہونا، حضرت آدم کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوجانا، حضرت ابراہیم پر آگ کا گل وگلزار بن جانا، حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور بھی کرشموں کا ظاہر ہونا اُسی قبیل سے ہیں۔ جب ان تمام باتوں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اسباب تو محض بہانہ ہے یا ذریعہ ہے، درحقیقت کارساز کوئی دوسرا ہے۔ اسباب سوائے پردہ پوشی کے اور کچھ نہیں۔ اسباب واسطہ ہے صرف اس لئے کہ عوام اسباب سے قطع تعلق نہ کرلے۔

''حضرت زکریا کو اللہ عزوجل نے بشارت دی کہ تمہیں فرزند عطا کیا جائے گا آپ نے بارگاہِ ربی میں عرض کیا: اے پروردگار عالم! میں اور میری اہلیہ ضعیف العمر (بوڑھا) ہوگئے ہیں اور میری طاقت بھی کم ہو گئی ہے اور میری بیوی اس حالت میں ہے کہ اس کے حمل ہونے کا امکان بھی نہیں اے رب کریم! اب کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ تو ہمیں فرزند عطا کرے؟ قرآن مجید میں ہے: قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ (سورۂ آل عمران، ۴۰) حضرت زکریا نے کہا: اے میرے رب! اب لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے بڑھاپا آگیا ہے اور میری اہلیہ سن ایاس (بانجھ) کو پہنچ چکی ہے۔ رب کریم کی جانب سے جواب آیا اے زکریا! تو نے پھر ضابطۂ قدرت الٰہیہ کو گم کردیا حالانکہ تو نے مشاہدہ کیا ہے کہ لاکھوں ہزاروں مرتبہ بغیر اسباب کرکے دکھائی ہیں یہ بات تمہارے ذہن سے نکل گئی، تو نہیں جانتا کہ اسباب بہانہ ہوتے ہیں؟ میں اس بات پر قادر ہوں کہ ہم ایک آن میں تمہارے ہزاروں فرزند پیدا کردوں جو نہ تو حمل اور بطن مادر کے محتاج ہوں گے۔ اگر میں اشارہ کروں تو اس روئے زمین پر ایسی مخلوق پیدا ہوجائے جو پیدائش کے وقت ہی سے عاقل بالغ اور دانا ہوں۔ عالم ارواح میں کیا میں نے تجھے بغیر ماں باپ کے وجود میں نہیں لایا، تیرے اس وجود میں آنے سے قبل میں نے تجھ پر میری الطاف وعنایت نہ تھیں تم نے انہیں کیسے فراموش کردیا؟

''شیخ سے ایک شخص نے پوچھا کہ 'منارہ' پر صرف اللہ تعالیٰ کی ثناء کیوں نہیں کی جاتی؟ اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول اللہ کا ذکر کس لئے کرتے ہیں؟ شیخ نے فرمایا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف وتوصیف ہے۔ اس کو اس مثال سے جانو کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اے رب العلمین بادشاہ اور اس شخص کو کہ جس نے مجھے بادشاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے لمبی عمر عطا فرمایا جس نے مجھے بادشاہ کا نام اور اس کے اوصاف بتائے، اب اس کی تعریف درحقیقت بادشاہ ہی کی تعریف ہوگی۔ نبی تو یہ نہیں فرماتے کہ مجھے کوئی چیز دو، مجھے ضرورت ہے یا میں ضرورت مند ہوں مجھے کچھ مال دے دو یا اپنا جبّہ ہی دے دو۔ نبی کو مال اور جبّے کی کیا ضرورت؟ نبی کی چاہت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ تمہارے لباس کو اتنا ہلکا کردے کہ آفتاب کی گرمی تجھ تک پہنچے تم اس سے استفادہ کرو۔ قرآن میں ہے:

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ (سورۂ الحدید، ۱۸) اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو، اللہ عزوجل قرض میں مال اور جبہ نہیں چاہتا مال کے علاوہ بھی اس نے تمہیں بہت چیزیں دے رکھی ہیں جیسے علم وفکر، عقل و نظر۔ مطلب یہ کہ تھوڑی دیر کے لئے نظر وفکر اور عقل اور سوچ اس کی رضا وخوشنودی کے لئے صرف کرو کیونکہ تم نے مال انہی آلات سے

حاصل کیا ہے جو میں نے تمہیں بخشے ہیں، وہ پرندوں اور جال سے بھی صدقہ طلب فرماتا ہے۔ اگر تو آفتاب کے پیش برہنہ ہو سکے تو بہتر ہے کیونکہ آفتاب تجھے کالا (سیاہ) نہیں بلکہ سفید کردے گا اگر یہ نہیں کرسکتا تو اپنے کپڑوں کو ہلکا کردے تاکہ تو آفتاب کی تمازت دیکھے تو اب تک ترشی کا عادی رہا اب تو شیرینی کو بھی آزمالے اور دیکھ۔

''معین الدین پروانہ کے یہاں مجلس میں شیخ واعظ کررہے تھے دوران تقریر پروانہ نے کہا کہ حضرت! اصل چیز تو متابعت ہے۔ شیخ نے کہا: پروانہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن وہ متابعت نہیں جو عوام سمجھتی ہے، متابعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک بادشاہ جو عدل وانصاف حکمت کرم، داد و دہش خزانے، لشکر اور دوسری خوبیوں اور بہت سی آسائشوں سے حکومت کو معمور کردے اس سلطنت کا جو وارث اور جانشین اور تخت پر متمکن ہو وہ **العلماء ورثۃ الانبیاء** علماء انبیاء کے وارث ہیں کے مصداق اس سیرت داد و داہش اخلاق و عادات کا مظاہرہ کرے، اسے متابعت سے تعبیر کرتے ہیں نہ یہ کہ ایک درویش اٹھے اور متابعت کا دعویٰ کرنے لگے۔ متابعت اور چیز ہے اور بیعت اور چیز ہے۔

''ایک شخص کہتا کہ میں نے اتنا علم حاصل کیا اور ضبط معنی کیا لیکن آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ انسان میں وہ معنی ومطالب کہا ہیں جو باقی رہے گا یعنی معنوی کیفیت، کہا کہ اگر یہ کیفیت صرف کلام سے ظاہر ہوتو انسان کو اپنا وجود مٹانے اور اتنی تکلیفیں برداشت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ تجھے اس بارے میں کوشش کرنی چاہیے کہ تو باقی نہ رہے تب تجھے معلوم ہوگا کہ جو باقی رہنے والی ہے آخر وہ چیز کیا ہے۔

''عرض کیا ایک شخص نے کہ میں نے سنا ہے کہ کعبہ ہے مگر جتنی مرتبہ دیکھنے کی کوشش کی ہے وہ نظر نہ آیا۔ چھت پر جاکر اب اسے دیکھوں کیا؟ اس خیال سے میں چھت پر جاتا ہوں لیکن پھر بھی نظر نہیں آتا تو گردن لمبی کرکے دیکھتا ہوں پھر بھی کعبہ نظر نہیں آتا تو کیا ایسا شخص کعبہ کے وجود کا منکر ہوجائے گا؟ کہ کعبہ تو موجود ہی نہیں۔ قابل توجہ یہ ہے کہ کعبہ اپنی جگہ پر رہ کر نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کو اس طرح جانو کہ موسم سرد میں پوستین کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور موسم گرما میں اسے اتار کر پھینک دیا جاتا ہے یعنی اس کی احتیاج نہیں رہتی ہے اس کی احتیاج نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طرف نظر بھی نہیں کرتا اس طرح سمجھ لیں کہ ٹھنڈی میں پوستین کی ضرورت ٹھنڈ سے بچنے کے لئے تھی اس لئے کہ ٹھنڈ سے بچنے اور گرمی حاصل کرنے میں پوستین مددگار ثابت ہوئی پس پوستین کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اسی طرح کعبہ کی اہمیت اور ضرورت کا بھی یہی حال ہے کعبہ کسی کو نظر آئے یا نہ نظر آئے۔ ''تم اہل حق کو طلب کرو اِس کا اعلان ہے میرے بندوں میں داخل ہو پھر میری جنت میں داخل ہوجا۔

''والدین مثل زنبور کے ہوتے ہیں جو طالب کو مطلوب سے ایک ساتھ ملا دیتے ہیں عاشق اور معشوق کو اکٹھے کردیتے ہیں اور خود اُڑ جاتے ہیں۔ اللہ کریم انہیں شہد وموم جمع کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ تو خود اڑ جاتی ہیں اور باغ میں موم اور شہد باقی رہ جاتے ہیں اور باغبان رہ جاتا ہے یہ خود باغ سے باہر نہیں جاتیں، یہ ایسا باغ نہیں ہے، جس سے باہر جانا ممکن ہوسکے، ہاں باغ کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جاسکتے ہیں پس ہمارا جسم ایک مٹھور (چھتّہ) کے مثل ہے اس میں خدا کے عشق کا موم اور شہد جمع ہے یعنی شہد کی مکھّیوں ہمارے والدین ہیں، لیکن ہماری تربیت باغبان ہی کرتا ہے اور مٹھور کو باغبان ہی بناتا ہے، ان زنبوروں کو اللہ نے دوسری صورت عطا کی جس وقت یہ کام کرتی ہیں ان کا لباس دوسرا ہوجاتا ہے اس کام کے مطابق، لیکن جب اس عالم میں جاتی ہیں تو لباس تبدیل کرلیتی ہیں اس لئے کہ وہاں ان کو دوسرا کام کرنا ہوتا ہے لیکن اصل میں وہ شخصیت وہی رہتی ہے جو پہلے تھی یعنی لباس تبدیل کرنے سے شخصیت نہیں بدلتی۔

''مثلاً کوئی آدمی میدان جنگ میں جاتا ہے تو جنگی لباس پہن لیتا ہے، ہتھیار باندھتا ہے اور اسے سر پر رکھتا ہے اس لئے جنگ کا وقت قریب تر ہے تیاری میں مصروف ہوتا ہے لیکن جب وہ کسی محفل میں آتا ہے تو اس کے جسم پر دوسرا لباس رہتا ہے اُسی طرح دوسرے موقع پر موقع کی مناسبت سے لباس پہنتا ہے یعنی وہ ان سامانوں کو باہر ہی چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہ وہ اب دوسرے کاموں میں لگے گا، لیکن شخصیت تو وہی ہوتی ہے جس کو تم نے اُسی لباس میں دیکھا ہے تم جب اسے یاد کرو گے تو وہ تیرے تصور میں اسی شکل اور لباس میں آئے گا چاہے اس نے ہزاروں لباس بدلے کیوں نہ ہوں۔

''قرآن کریم میں متعدد مقام پر فِیهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ (آل عمران ۱۰) کہ اس قرآن میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ہم نے راستہ بتاکر اُس پر نشان بھی لگادیے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرے کہ اس

راستہ کو خراب یا اُن لکڑیوں میں سے کسی کو توڑے تو سب پر فرض ہے کہ وہ ایسے شخص کی مخالفت کریں کہ تو لکڑی توڑ کر ہمارے راستہ کو کیوں خراب کرتا ہے اور تو ہماری ہلاکت کے لئے کیوں کوشاں ہے۔ تو راہی نہیں بلکہ ڈاکو ہے۔ سمجھ لیں کہ اوّلیت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے جب تک میرے محبوب کی بارگاہ میں حاضری نہ دو گے ہم تک نہیں پہنچ سکتے یعنی تمہاری رسائی ہم تک ممکن نہیں۔


(24) قاضی سجاد حسین، مثنوی مولوی مقدمہ، حامد اینڈ کمپنی لاہور، پاکستان، 10 (25) قاضی تلمذ حسین، صاحب المثنوی، معارف پریس، اعظم گڑھ، یوپی، بھارت، 280,1967

(26) فریدون بن احمد، رسالہ سپہ سالار، اقبال لائبریری، پرنٹنگ ہاوس، تہران، ایران، 131,1325H- (27) ایضاً

(28) شمس الدین افلاکی، مناقب العارفین، مطبع ستارۂ ہند آگرہ، یوپی، بھارت، 58,1897

(29) شمس الدین افلاکی، مناقب العارفین، احمدی کوچہ لنگر خانہ، ریاست رامپور، یوپی، بھارت، 384,1921

(30) بدیع الزمان فروز انفر، کتاب فیہ مافیہ، مقدمہ، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر تہران، ایران 1358h.,9

(31) عبد الماجد، ملفوظات مولانا جلال الدین رومی، معارف پریس اعظم گڈھ، اتر پردیش، بھارت، 6,1928


☆☆☆


☆ ریسرچ اسکالر برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال، مدھیہ پردیش (بھارت)

sharifi.barkatee@gmail.com


## سلسلہ ابراہیمیہ قادریہ میں چار مجدد ہوئے ہیں اور سبھی بھارت میں ہیں

### درگاہ پتے شاہ بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں حضرت سید سرکار ابراہیم ایرجی قادری کا عرس مبارک منایا گیا

ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ ابراہیمیہ کے پہلے شیخ حضرت شیخ بہاء الدین قادری شطاری ہوئے ہیں اور دوسرے شیخ حضرت سید ابراہیم ایرجی قادری دہلوی ہوئے ہیں جن کا سالانہ عرس مبارک آج ۵ ربیع الآخر (۱۴۴۳ھ) کو ہم سب حسب روایت منا رہے ہیں اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا عہد بھی کر رہے ہیں۔ یہ بڑے شرف کی بات ہے کہ سلسلہ ابراہیمیہ قادریہ میں چار مجدد ہوئے ہیں اور چاروں بھارت کے ہیں، ایک حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تیسرے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور چوتھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی ہیں۔

۱۱ نومبر ۲۰۲۱ء کو جمعرات کے دن قادریہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام درگاہ پتے شاہ بستی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی میں سلسلہ قادریہ کے عظیم ہندوستانی بزرگ سید ابراہیم ایرجی قادری دہلوی کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوئی جس میں خصوصی خطاب کرتے ہوئے مولانا عارف رضا اشفاقی میواتی (جنرل سیکریٹری مرکز فروغ اسلام میوات، نوح ہریانہ) نے یہ باتیں کہیں۔ مولانا جنید عالم قادری (ناظم اعلیٰ مدرسہ محبوب الٰہی بستی حضرت نظام الدین) نے نظامت کے فرائض انجام دیے اور بتایا کہ ربیع الآخر کے مہینے میں ہی قادری سلسلے کے اول بزرگ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور چشتی سلسلے کے عظیم بزرگ سلطان دہلی محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا عرس مبارک بھی منایا جاتا ہے۔ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے خطبہ استقبالیہ اور ہدیہ تشکر پیش کیا۔ مولانا محمد شرف عالم رضوی، مولانا عبدالغفور مشرفی میواتی، مولانا محمد عالم فروغی (بھیلواڑہ) مولانا محمد تعلیم فروغی نے بھی مختلف موضوعات پر خطاب کیا۔ حافظ محمد عرفان نظامی نے قرآن پاک کی تلاوت سے محفل کا آغاز کیا۔ درگاہ پتے شاہ کی مسجد کے امام وخطیب مولانا محمد حسین مصباحی، حافظ محمد نظام الدین اور محمد توحید (طلبہ مدرسہ محبوب الٰہی) نے نعت ومنقبت خوانی کی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد مولانا شرف عالم رضوی نے شجرہ خوانی کی اور آپ کی دعاؤں پر محفل ختم ہوئی۔ اہتمام وانتظام حسب سابق نیاز احمد قادری (فرید آباد) نے کیا۔ مجلس میں مولانا امجد رضا علیمی دارالقلم، مولانا برکت علی فروغی، محمد وسیم الدین برکاتی، مولانا محمد شاہ نواز رضوی لکڑپور ہریانہ، قاری امیر حمزہ قادری، جناب نورالہدیٰ عثمانی بدایونی اور بہت سے مقامی وبیرونی علمائے کرام اور قادری عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ مولانا عارف رضا اشفاقی اپنے مرکز کے دسیوں طلبہ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے، مدرسہ محبوب الٰہی کے طلبہ ہر سال انتظام اور میزبانی میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

نقوش رفتگاں

# محفل شکن صوفی، بحّاث عالم دین، حضرت سلطان جی

محمد ظفر الدین برکاتی★

نائب سلطان الہند، سلطان المشائخ، حضرت سلطان جی، محفل شکن بحاث زمانہ، حافظ وتالی قرآن یگانہ، عالم دین پیغمبرانہ، فقیہ مشرق صوفیانہ، فردِ فرید فریدان زمانہ، امیر امارت گنج بخش خسروانہ، شمع شبستان چشتی انجمن، روغن چراغ دہلی، معمارِ سلطنت بہمیناں، مرکز عقیدت مسلمانان ہند حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین بدایونی چشتی بانی سلسلہ نظامیہ چشتیہ کا ۷۱۸ واں سالانہ عرس مبارک ہم سب کے لئے مبارک اور بھارت کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ یہ تعارفی مقالہ عرس محل میں ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ / ۲۴ نومبر ۲۰۲۱ء کو بروز بدھ۔ ۷۱۸ ویں عرس نظامی کے منقبتی مشاعرہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ گزشتہ چار پانچ سالوں سے مقالہ خوانی کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ (برکاتی)

سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیا چشتی دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت شہر بدایوں میں ۲۷ صفر ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک حضرت خاتم الانبیاء حضور نبی آخر الزمان ﷺ کے اسم مبارک کی مناسبت سے ''محمد'' رکھا گیا لیکن دنیا میں آپ نے اپنے القابات سے شہرت پائی: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت محبوب الٰہی، حضرت سلطان المشائخ، حضرت سلطان الاولیاء اور شہنشاہوں کی دلّی کے لوگ آپ کو آج بھی حضرت ''سلطان جی'' کہتے ہیں اور بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ شب برات، شب معراج، شب قدر، عید بقر عید کی راتوں اور جمعرات و پیر کے روز آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں بلکہ شب برات میں سلطان جی کی بارگاہ میں شہنشاہوں اور سلطانوں کی دلّی کے لوگ ہی عبادت اور تلاوت میں مصروف نظر آتے ہیں جیسے کہ وہ مانتے ہیں کہ سلطان جی کی بارگاہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور محبوب الٰہی کی بزرگی کا صدقہ ملتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔ حضرت کا سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جا ملتا ہے۔ حضرت کے دادا ''سید علی بخاری'' اور اُن کے چچازاد بھائی حضرت ''سید عرب بخاری'' (آپ کے نانا محترم) دونوں بزرگ اپنے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ بخارا سے ہجرت کر کے بدایوں میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے نانا حضرت سید عرب بخاری کی صاحب زادی حضرت سیدہ زلیخا صاحبہ (والدہ ماجدہ) اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں، ان کو اپنے وقت کی ''رابعہ عصری'' کہا جاتا تھا۔ آپ کے دادا حضرت سید علی بخاری کے صاحب زادے حضرت سید احمد بخاری (آپ کے والد ماجد) ایک نیک سیرت اور صاحب فضل و کمال مردِ خدا تھے۔ آپ کے دادا حضرت سید علی بخاری اور آپ نانا حضرت سید عرب بخاری، دونوں بزرگوں نے باہمی مشورے سے اپنے خاندانی رشتے کو مضبوط کرتے ہوئے حضرت سید احمد علی بخاری کی شادی حضرت سیدہ زلیخا سے کردی۔ یعنی حضرت محبوب الٰہی، بخاری سادات کرام کے بدایونی چشم و چراغ ہیں جن کی روحانی عرفانی ذات مبارکہ سے دہلی شریف آج بھی منور ہے اور آپ ''سلطان دہلی'' تسلیم کیے جاتے ہیں۔

ابھی حضرت نظام الدین اولیا بمشکل پانچ برس کے ہوئے کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا لیکن آپ کی نیک دل، پاک سیرت اور بلند ہمت والدہ حضرت بی بی زلیخا نے سوت کات کات کر اپنے یتیم بچے کی عمدہ پرورش کی۔ حضرت بی بی زلیخا، ایک امیر و کبیر بزرگ حضرت خواجہ سید عرب بخاری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی تھیں لیکن آپ نے اپنے والد کی دولت کے ذخائر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ آپ دن رات سوت کاتتیں اور پھر اُسے ملازمہ کے ہاتھ بازار میں فروخت کرا دیتیں۔ اس طرح جو کچھ رقم حاصل ہوتی، اُس سے گزر اوقات کرتیں۔ یہ آمدنی اتنی قلیل ہوتی کہ معمولی غذا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ شدید محنت کے باوجود ہفتے میں ایک فاقہ ضرور ہو جاتا۔ جس روز فاقہ ہوتا اور حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ مادر گرامی سے کھانا مانگتے تو حضرت بی بی زلیخا بڑے خوشگوار انداز میں فرماتیں ''بابا نظام! آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں'' حضرت بی بی زلیخا کا بیان ہے کہ میں جس روز

''سید محمد'' سے یہ کہتی کہ آج ہم لوگ اللہ کے مہمان ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے۔ سارا دن فاقے کی حالت میں گزر جاتا مگر وہ ایک بار بھی کھانے کی کوئی چیز طلب نہ کرتے اور اِس طرح مطمئن رہتے کہ اللہ کی مہمانی کا ذکر سن کر اُنہیں دنیا کی ہر نعمت میسر آ گئی ہو۔ جب دوسرے روز کھانے کا انتظام ہو جاتا تو حضرت نظام الدین اولیاء اپنی محترم ماں کے حضور عرض کرتے ''مادر گرامی! اب ہم کس روز اللہ کے مہمان بنیں گے؟'' والدہ محترمہ جواب دیتیں ''بابا نظام! یہ تو اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا کی ہر شے اس کی دست نگر ہے۔ وہ جب بھی چاہے گا تمہیں اپنا مہمان بنا لے گا'' حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ مادرِ گرامی کی زبان سے یہ وضاحت سن کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہو جاتے اور پھر نہایت سرشاری کے عالم میں یہ دعا مانگتے ''اے اللہ! تو اپنے بندوں کو روزانہ اپنا مہمان بنا'' اللہ کی مہمانی کا مطلب یہی تھا کہ اُس روز فاقہ کشی کی حالت سے دو چار ہونا پڑے گا۔

پانچ سال کی عمر میں یہ دعا، یہ خواہش اور یہ آرزو! ماشاء اللہ۔

آپ کی سیرت وسوانح سے متعلق کتابوں میں آپ کی والدہ محترمہ کی زبانی ''بابا نظام'' کی پکار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ''نظام'' بعد میں عوام وخواص کی زبان پر ''نظام الدین اولیا'' مشہور ہو کر آپ کا معروف ومقبول لقب بن گیا جسے نام کا درجہ حاصل ہو گیا۔

حضرت نظام الدین اولیا بدایوں شریف میں ہی تعلیم وتربیت لئے حضرت مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر ہونے لگے۔ آپ کے استاد محترم نے آپ کے علمی ذوق کو دیکھتے ہوئے آپ پر خصوصی توجہ دی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''قدوری'' ختم کی۔ جب قدوری ختم کے قریب تھی تو ایک دن آپ کے استادِ محترم نے حضرت نظام الدین اولیا سے فرمایا ''سید! اب تم ایک بڑی کتاب ختم کر رہے ہو، اس لئے تمہیں لازم ہے کہ اپنے سر پر دانش مندی کی دستار بندھواؤ'' شام کو اپنے صاحب زادے کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت بی بی زلیخا بہت خوش ہوئیں پھر حضرت کی زندگی کا وہ یادگار دن بھی آیا جب حضرت بی بی زلیخا نے کھانا تیار کرایا اور بدایوں کے جلیل القدر علماء کو دعوت دی۔ جب بدایوں کے ممتاز وجلیل القدر علمائے دین جمع ہو چکے تو مولانا علاء الدین اصولی نے اپنے شاگرد ''سید محمد'' کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی۔ دستار بندی کے بعد اپنے استاد گرامی مولانا علاء الدین اصولی کی طرف بڑھے اور دست بوسی سے شرف یاب ہوئے۔ مولانا اصولی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنے محبوب ترین شاگرد کو اِس طرح دعائیں دیں کہ شدت جذبات سے اہل مجلس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اُسی تقریب میں حضرت مولانا علاء الدین اصولی نے حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''اللہ نے چاہا تو اِس بچے کا سر کسی انسان کے آگے خم نہیں ہوگا''

دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے قرب میں ہی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر چشتی کے برادرِ گرامی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء اکثر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل سے ملاقات فرماتے، شیخ متوکل کی زبانی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی فضیلت ومرتبہ کے بارے میں معلوم ہوتا رہا۔ اِس طرح غائبانہ طور پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے معتقد ہو گئے اور آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے ملاقات کی جائے۔ اپنے دل کی خواہش سے مغلوب ہو کر پاک پٹن شریف حاضر ہو گئے۔ جب بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو دیکھ کر بابا فرید الدین گنج شکر نے یہ شعر پڑھا کہ

اے آتش فراغت دل ہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

حضرت نظام الدین اولیاء نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت بابا فرید نے آپ پر خصوصی شفقت فرمائی۔ حضرت بابا فرید کے زیر سایہ آپ نے قرآن پاک کے چھ پارے تجوید وقرآت کے ساتھ پڑھے۔ حضرت بابا فرید ہی کے حلقۂ درس میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ''عوارف المعارف'' کے چھ باب پڑھے۔ حضرت بابا فرید نے حضرت نظام الدین اولیاء کو شیخ ابوشکور سالمی کی کتاب ''تمہید'' بھی شروع سے آخر تک پڑھائی۔ ایک مدت کے بعد حضرت بابا فرید نے حضرت نظام الدین اولیاء کو ۶۵۹ھ میں خلقِ خدا کی ہدایت وخدمت کی اجازت دے کر دہلی روانہ فرمایا۔ دہلی آ کر محلہ غیاث پورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں آپ نے تیس سال تک سخت مجاہدہ کیا۔

محبوبِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور مقرب تھے۔ حضرت

محبوب الٰہی اپنی گفتگو میں قرآن وحدیث، سیرت وتاریخ، فقہ وتصوف اور لغت وادب کے حوالے دیا کرتے۔ اپنے مریدوں کو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ہدایت فرماتے۔ علوم القرآن پر بھی آپ دسترس رکھتے اور مجلسوں میں قرآنی آیات کی ایمان افروز تفسیر فرماتے اور اپنے سامعین کو قرآنی معارف سے آگاہ فرماتے۔ آپ کی برکات کے اثرات سے ہندوستان لبریز ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے بہت مقبولیت دی۔ عام وخاص سب لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اس کے بعد دستِ غیب اور فتوحات کے دروازے آپ پر کھولے گئے اور ایک دنیا، اللہ تعالیٰ کے احسان وانعام کی مدد سے آپ کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرنے لگی۔ آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ تمام اوقات ریاضت اور مجاہدہ میں گزارتے، ہمیشہ روزہ رکھتے اور افطار کے وقت تھوڑا سا پانی پی لیتے، بوقت سحری عام طور پر کچھ نہ کھاتے۔ فیض باطنی کا یہ حال تھا کہ جو شخص صدق دلی اور خوش اعتقادی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو آپ کی نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے ضرور فیض یاب ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب اہلِ دہلی کو آپ کی بزرگی کا علم ہوا تو آپ کی زیارت اور فیض وبرکت کے حصول کی خاطر قافلہ در قافلہ حاضر ہونے لگے۔ آپ کی خانقاہ عالیہ میں ہزاروں غریبوں، مسکینوں، راہ گیروں اور ضرورت مندوں کو آپ کے لنگر خانہ سے کھانا کھاتے دنیا نے دیکھا ہے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ وصال سے قبل آپ علیل ہوئے تو آپ نے وصیت کی کہ گھر اور خانقاہ کے اندر جس قدر اثاثہ ہے، سب کو مساکین اور غربیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ کے حکم پر خواجہ محمد اقبال (محافظ لنگر نظامی) نے ہزاروں من غلہ بانٹ دیا، ایک دانہ بھی لنگر خانے میں نہ چھوڑا۔

حضرت محبوبِ الٰہی کے ہم عصر اور ہم زمانہ شہنشاہوں اور سلطانوں کی تعداد ۱۴ کے قریب ہے جیسے سلطانہ رضیہ بنت شمس الدین التمش، سلطان معز الدین بہرام شاہ، سلطان علاؤ الدین مسعود شاہ، سلطان ناصر الدین محمود، سلطان غیاث الدین بلبن، سلطان معز الدین کیقباد، فیروز شاہ خلجی، ابراہیم خلجی، علاؤ الدین خلجی، شہاب الدین عمر شاہ، قطب الدین مبارک، ناصر الدین خسرو خان، غیاث الدین تغلق، محمد بن تغلق۔

غیاث الدین تغلق ہندوستان کا بادشاہ بنا تو اُس نے سماع کے جواز اور عدم جواز پر ایک مذہبی مجلس منعقد کی تاکہ اس میں حضرت محبوبِ الٰہی کے مخالف درباری علماء کے ذریعے آپ کو نیچا دکھایا جا سکے۔ آپ اُس مجلس میں تشریف لے گئے اور مباحثے میں درباری علماء کے الزامات کو نقلی اور دلیلوں سے دھوڈالا جس سے درباری علما لاجواب رہ گئے۔ اِس سے غیاث الدین تغلق کو بے حد شرمندگی ہوئی۔ اُسی دن اُسے ایک مہم میں بنگالہ روانہ ہونا تھا، اس لئے اس نے جاتے جاتے حکم جاری کیا کہ ''خواجہ نظام الدین اولیاء اس کے دہلی واپس آنے سے پہلے شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں'' آپ کے عقیدت مندوں کو اِس شاہی حکم نے فکرمند کر دیا لیکن آپ نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی اور بدستور اپنے معمولات میں مشغول رہے۔ تاہم اُس وقت آپ کے مریدوں اور حلقہ بگوشوں کی پریشانی حد سے بڑھ گئی جب بادشاہ، دہلی کے قریب پہنچ کر ایک عارضی محل میں مقیم ہوا کیونکہ اگلے دن اس کے فاتحانہ استقبال کے لئے شہر میں زبردست تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ عقیدت مندوں کی فکر وتشویش پر آپ نے فرمایا ''ہنوز دِلّی دور است'' اُسی رات کو وہ عارضی محل گر پڑا جس کے ملبے میں دب کر بادشاہ مر گیا۔ اُس دن سے آپ کا تاریخی جملہ ''ہنوز دلی دور است'' ضرب المثل بن گیا۔

محبوبِ الٰہی حضرت سید محمد بدایونی خواجہ نظام الدین اولیاء چشتی دہلوی نے تجرد اختیار فرمایا، اس لئے آپ کی صلبی اولاد کوئی نہ تھی۔ البتہ آپ نے اپنی ہمشیرہ کی اولاد کو اولاد کی طرح پالا، تعلیم وتربیت سے آراستہ فرمایا۔ محبوبِ الٰہی نے تقریباً ۷۰ صاحبان حال اور باکرامت خلفاء برائے خدمت وہدایت مقرر فرمائے جیسے حضرت خواجہ سید نصیر الدین روشن چراغ دِلّی، حضرت خواجہ امیر خسرو طوطی ہند، حضرت شیخ حسام الدین چشتی، حضرت شیخ برہان الدین غریب، حضرت شیخ شمس الدین چشتی، حضرت خواجہ امیر علاء حسن سجزی (وغیرہ) وصال سے قبل بعد نمازِ ظہر حضرت محبوب الٰہی نے حضرت خواجہ سید نصیر الدین روشن چراغ دِلّی کو طلب کیا۔ خرقہ، عصا، مصلیٰ، تسبیح اور کاسہ، چوبیں وغیرہ تبرکات جو حضرت بابا فرید سے حاصل ہوئے تھے، اُنہیں عنایت فرمائے اور دہلی میں رہ کر خدمت وہدایت کرنے اور اہلیانِ دہلی کی قضا وجفا اٹھانے کی تلقین کی اور اُنہیں اپنا نائب اور جانشین مقرر کیا۔

حضرت محبوب الٰہی کی کامیاب روحانی اور عملی زندگی سے آگاہ ہونے اور آپ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے اِن کتابوں کو پڑھنے کی عادت بنائیں: راحت القلوب (ملفوظات حضرت

بابا فرید، مرتب: حضرت سلطان جی۔ افضل الفوائد (مرتب حضرت خواجہ امیر خسرو) فوائد الفواد (مرتب حضرت امیر حسن علاسجزی) سیر الاولیاء، مصنف حضرت امیر حسن علاسجزی۔ آج آپ کی درگاہ سے متصل درگاہی مرکز کے قریب ضامن المساجد سے ملحق ''جامعہ حضرت محبوب الٰہی'' کے نام سے ایک یادگار نظامی دینی تعلیمی ادارہ قائم ہے جس کی سرپرستی نائب سجادہ نشین حضرت سید فرید احمد نظامی صدر درگاہ کمیٹی کرتے ہیں اور حضرت مولانا حافظ جنید عالم قادری اس کے ناظم اعلیٰ و نگراں ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے اِس ادارے کا تعاون روحانی دینی تقاضہ ہے۔

**وصال:** حضرت سلطان جی خواجہ نظام الدین اولیاء نے ۹۴ سال کی عمر میں بدھ کے روز ۱۸ ربیع الآخر کو ۷۲۵ھ میں وصال فرمایا یعنی دین و سنت، شریعت و طریقت اور تصوف و خدمت خلق کا چشتی سورج دہلی میں غروب ہوگیا۔ آپ کا مزارِ پر انوار بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی میں لاکھوں دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہا ہے۔ مزار سے متصل خلجی شاہی مسجد کی دیوار پر تاریخ وفات کندہ ہے:

نظام دو گیتی شہ ماہ و طیں — سراج دو عالم شدہ بالیقیں
چو تاریخ فوتش بر جستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دیں
(۷۲۵ھ-1324ء)

☆-z.barkati@gmail.com
8920666047

# بھارت کے سبھی مسلمان صوفی مزاج خانقاہی مسلمان ہیں

**سلطان دہلی، سلطان المشائخ، سلطان جی سید محمد بخاری حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ۷۱۸واں سالانہ عرس مبارک منایا گیا**

حضرت خواجہ نظام الدین کا ۷۱۸واں عرس مبارک ۲۲ نومبر سے ۲۶ نومبر تک حضرت خواجہ پیر احمد نظامی سید بخاری سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ اٹھارھویں شریف کا بڑا قل ۲۴ نومبر کو بروز بدھ آستانہ شریف کے صحن مبارک میں صبح ۱۱ بجے ہوا۔ اسی طرح ۲۵ اور ۲۶ نومبر کو بھی محافل قل ہوئیں۔ آخری دن بعد نماز عشاء طاق بزرگ میں فاتحہ لنگر اور محفل سماع کا اہتمام کیا گیا۔ سجادہ نشین خواجہ پیر احمد نظامی سید بخاری کی دعاؤں کے ساتھ عرس نظامی کی سبھی تقریبات مکمل ہوئیں۔ نائب سجادہ نشیں و درگاہ کمیٹی کے صدر پیرزادہ سید فرید احمد نظامی کی صدارت میں سہ روزہ تقریبات عرس محل میں ۲۳ نومبر سے ۲۵ نومبر تک بعد نمازِ مغرب سے دیر رات تک جاری رہیں۔ عرس محل میں ۲۴ نومبر کو رات ۱۰ بجے سے ۱ بجے تک مخصوص محفل منعقد ہوئی جو کہ آل انڈیا ریڈیو سے براہ راست نشر ہوئی۔ اس میں تلاوت قرآن و فاتحہ خوانی، شجرہ خوانی کے علاوہ نعتیہ و منقبتی مشاعرہ ہوا جس میں مختار تلہری، افضل منگلوری، متین امروہوی، اظہر اقبال، الیاس امر پوری، محمد اویس ریاض قدیری، عارف اشرفی، یوسف حسین فہمی وغیرہ نے کلام پیش کیا جب کہ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے ''محفل شکن صوفی حضرت سلطان جی'' کے عنوان سے حسب روایت اپنا معلوماتی مقالہ پڑھ کر سنایا۔ ۲۵ نومبر کو بروز جمعرات عرس محل کی آخری محفل ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع'' منعقد ہوئی جس میں دکنی حیدر آبادی لب ولہجہ کے دکنی خطیب مولانا محمد احمد نقشبندی اور مولانا ظفر نوری ازہری گوالیری نے ''حقوق اللہ سے حقوق العباد تک'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی اور مولانا فیضان احمد نعیمی نے بھی خطاب کیا۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے کہا کہ یوں تو دہلی کی سلطنت پر کئی بادشاہوں نے حکومت کی ہے لیکن ۷۰۵ سال سے دہلی ہی نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے باشندوں کے دلوں پر حکومت کرنے والی شخصیت کا نام حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ہے۔ یہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں جن کی روحانی حکومت پر کبھی زوال نہیں آسکتا جنھوں نے اپنی ساری زندگی اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرکے گزار دی اور ساتھ میں اللہ کی مخلوق کی خدمت میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ حضرت محبوب الٰہی کے لنگر خانہ میں ایک جہان آکر اپنی ظاہری و باطنی بھوک مٹا تا رہا ہے۔ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کی شاہی مسجد کے امام سید منہاج اسلام نظامی نے ملک و بیرون ملک سے آنے والے زائرین کی ترقی کامیابی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے کونے کونے میں امن و امان اور خوشحالی قائم ہونے کی دعا کی۔ ''پورے بھارت میں جتنے بھی مسلمان ہیں سب کے دلوں میں خواجہ غریب نواز کی محبت موجود ہے۔ ہندوستان میں سرکار غریب نواز کی روحانی دعوتی برکتوں نے دین اسلام کو خوب فروغ دیا ہے، اسی لئے ہم سبھی بھارتی مسلمان صوفی مزاج خانقاہی مسلمان ہیں۔ یہ کلمات ''کل ہند روحانی تبلیغی اجتماع''، میں خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد احمد نقشبندی نے ادا کیے۔

عرس محل میں ہونے والی عرس نظامی کی سبھی تقریبات کی نظامت کے فرائض مولانا حافظ جنید عالم قادری ناظم اعلیٰ مدرسہ محبوب الٰہی نے انجام دیے۔

یادِ رفتگاں

# شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر اور اسلام

## غیر مسلم عوام اور ان کے مقدس مقامات کے ساتھ جو حسن سلوک اور رواداری اورنگ زیب نے کی وہ بھی تاریخ پر نقش ہے

غلام معین الدین امجدی★

شاہ جہاں اور ممتاز محل کی ساتویں اولاد، حاکم کی شکل میں دس سال تک اور حکمراں کے طور پر پچاس سال تک حکومت کرنے والا محمد محی الدین اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کی پیدائش گجرات کے شہر ''دہد'' میں بعض تاریخ کے مطابق اجین کے نزدیک دہد میں ۲۴/ اکتوبر ۱۶۱۸ء۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ میں ہوئی۔

**تعلیم و تربیت :** اورنگ زیب عالمگیر کی تعلیم لائق، فائق اور قابل اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی۔ جن استادوں نے اُنہیں علم کے زیور سے آراستہ کیا اُن میں مولانا عبد الطیف سلطانپوری، مولانا ہاشم گیلانی، علامہ سعداللہ، ملا موہن بہادر، مولانا سید قنوجی، ملا شیخ احمد جیون (مصنف تفسیرات احمدیہ) شیخ عبدالقوی اور دانشمند خاں جیسے لوگ تھے۔

ملا موہن کا اصلی نام محی الدین تھا، صوبہ بہار کے شہر بہار شریف کے رہنے والے تھے۔ شاہ جہاں کے دربار سے منسلک ہوئے تو اورنگ زیب کی تعلیم کی خدمت ان کے سپرد کر دی گئی۔ اورنگ زیب حافظ قرآن بھی تھے۔ تیموری بادشاہوں میں یہ سعادت صرف انہی کو حاصل تھی، خوش گوار حیرت کی بات یہ ہے کہ اورنگ زیب نے قرآن پاک چالیس سال کی عمر مکمل کرنے کے بعد حفظ کیا، البتہ اِس عمر میں بھی صرف ایک سال میں مکمل قرآن کو یاد کر لیا۔ ۱۰۷۱ھ میں حفظ کرنا شروع کیا اور ۱۰۷۲ھ میں مکمل کر لیا۔ (بزم تیموریہ ص: ۲۲۸)

### اورنگ زیب کی شخصیت اور کارنامے :

۱۳/ دسمبر ۱۶۳۴ء کو دس ہزار گھوڑوں کا شاہی منصب دار بنایا گیا۔ گجرات کی صوبہ داری دو سال کرنے کے بعد اورنگ زیب ۲۱/ جنوری ۱۶۴۷ء کو بلخ اور بدخشاں کا صوبے دار اور سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس صوبے کا سلطان نذر محمد خاں نالائق اور کمزور حکمراں تھا۔ سپہ سالار کو ماتحتی قبول کرنے کے لئے شاہ جہاں نے فوجی دستہ بھیجا لیکن مغل فوج ناکام رہی۔ تب اورنگ زیب کی قیادت میں مغل فوج نے ایک بار پھر چڑھائی کی۔ اورنگ زیب اپنے طاقتور دشمن کا مقابلہ صبر وتحمل مضبوطی اور پورے نظم کے ساتھ کرتا رہا۔ جب نماز کا وقت آیا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر میدان جنگ میں ہی چادر بچھائی اور نماز ادا کرنے لگا۔

اِس منظر کو دیکھ کر بخارا کی فوج دنگ رہ گئی۔ وہاں کا طاقتور بادشاہ عبدالعزیز چیخنے لگا۔ فوراً جنگ بند کر دو۔ ایسے انسان سے لڑنا اپنی تباہی کی دعوت دینا ہے۔ بلخ کی اس جنگ کے بعد اورنگ زیب ۱۶۴۸ء تک ملتان اور سندھ کا صوبے دار رہا۔ جانشینی کے موقع پر وہ دکن کا صوبے دار تھے، اپنے تین بھائیوں دارا شکوہ، شجاع اور مراد کو شکست دی اور اپنے والد کو محل میں ہی نظر بند کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ ۱۵/ جون ۱۶۵۹ء کو اورنگ زیب کی تاج پوشی ہوئی اور ''ابوالمظفر محمد محی الدین اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی'' کے خطاب سے دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اورنگ زیب نے پہلے پایہ تخت کو مضبوط کر لیا تب اس نے میر جملہ کو بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا اور اُسے آسام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ ۱۶۶۱ء میں جملہ نے کوچ بہادر کی راجدھانی کو فتح کر لیا۔ آسام کے وسطی اور مشرقی علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا، ۱۶۶۲ء میں گڑھ گاؤں کے راجہ کو شکست دے کر اُس کی راجدھانی پر بھی قبضہ جما لیا، اس طرح مغلوں کی حکومت آسام پر بھی ہو گئی۔

**جنوبی ہند کی مہم:** جانشینی کی جنگ سے قبل شاہ جہاں کے حکم سے اورنگ زیب نے بیجاپور کے فرمانروائے اعلی عادل دوئم سے صلح کی جس کے تحت علی عادل شاہ نے مغلوں کو ڈیڑھ کروڑ روپیہ ادا کیا۔ بعد میں اس صلح نامہ کو بیجاپور نے نہیں مانا جس کے نتیجے میں یکے بعد دیگرے بیجاپور پر مغلوں نے کئی بار یلغار کی لیکن ناکام رہے۔ آخر کار ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب خود بیجاپور کے محاصرے کی دیکھ بھال کے لئے پہنچا اور ۲۲ ستمبر ۱۶۸۶ء کو بیجاپور نے مغلوں کے آگے ہتھیار ڈال دیا۔ بیجاپور کے سلطان سکندر شاہ نے بہ نفس نفیس اورنگ زیب سے

ملاقات کی ۔اورنگ زیب نے اس کا استقبال کیا،''خان'' کا خطاب دیا جس کے لئے ایک لاکھ روپیہ پنشن سالانہ مقرر کی گئی۔

**گول کنڈہ کی فتح :** گولکنڈہ کا بادشاہ ابوالحسن قطب شاہ تھا جو اکثر بیجاپور کے بادشاہ اور مراٹھوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔اورنگ زیب دکن کی ان ریاستوں کو اس لئے بھی ختم کرنا چاہتا تھا کیونکہ انہیں ختم کیے بغیر مراٹھوں کی طاقت کو کچلنا ناممکن تھا۔سلطنت کی توسیع بھی ان کے خاتمے پر ہی منحصر تھی۔۱۶۷۷ء میں گولکنڈہ کے قلعہ پر مغلوں نے حملہ کیا، آٹھ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ جاری رہا لیکن کامیابی نہیں ملی۔آخر میں اورنگ زیب نے ایک افغان سردار جس کا نام عبداللہ غنی تھا، کو لالچ دے کر اپنی طرف ملا لیا۔اس نے ۲/اکتوبر ۱۶۸۷ء کی صبح قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اور مغل فوجیں قلعہ میں داخل ہوگئیں۔اورنگ زیب نے ابوالحسن کو قید کرلیا جس کے لئے پچاس ہزار روپیہ سالانہ پنشن مقرر کیا۔اورنگ زیب نے گول کنڈہ اور بیجاپور کی ریاستوں پر کامیابی حاصل کی۔

**اورنگ زیب کا دورِ حکومت:** اورنگ زیب کا دورِ اقتدار تقریباً پچاس سال رہا۔(۱۷۰۷۔۱۶۵۸ء) اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہبی نقطہ نظر سے وہ ایک پکا مسلمان تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ایک حکمراں بھی تھا۔اورنگ زیب ایک دوراندیش بادشاہ تھا، وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ملک کا اکثریتی طبقہ اپنے مذہب پر سختی سے عامل ہے، نقصان پہنچاتا تو ایک وسیع سلطنت کا مالک نہ بنتا۔تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ دہلی سلطنت سے لے کر مغلیہ حکومت تک اورنگ زیب واحد بادشاہ تھا جس کی سرحد برما سے لے کر بدخشاں تک اور کشمیر سے لے کر دکن کی آخری سرحد تک قائم تھی اور ایک مرکز کے تحت قائم ہوئی۔

۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب نے سکوں پر کلمہ کندہ کرانا بند کر دیا، اس کے خیال میں سکے کی شکل سادہ ہونی چاہئے۔( شری شرما مغل شاسکوں کی دھارمک پینتی ص ۱۲۰)

اورنگ زیب نے نشیلی چیزوں شراب وغیرہ پر پابندی لگانے کے لئے ایک نیا محکمہ (ڈپارٹمنٹ) قائم کیا۔شراب بیچنے یا پیتے ہوئے پکڑے جانے پر شراب فروخت کرنے والے کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، شراب نوشی کے الزام میں ایک منصب دار کو سزا کے طور پر اُس کا تبادلہ کر دیا گیا۔صرف یورپ کے لوگوں کو شراب پینے کی اجازت تھی، وہ بھی شہر سے بیس تا پچیس میل دور۔بھانگ کی کھیتی، اس کا فروخت کرنا اور کھلے طور پر استعمال کرنے پر بھی پابندی لگادی گئی۔

محرم، غم اور اداسی کے ماحول سے متعلق تھا، خاص کر نبی ﷺ کے نواسے حضرت سید الشہداء حسین اور اُن کے اہل خانہ پر کربلا کے میدان میں مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔حضرت حسین اور دیگر اہل خانہ شہید کر دیے گئے تھے لیکن لوگ اس ماہ کو ایک تہوار کی طرح منانے لگے تھے، اس لئے ۱۶۶۴ء میں محرم کی تقریب پر روک لگادی گئی، تخت نشینی کے گیارہ سال بعد اورنگ زیب نے دربار میں ناچ اور گانے کو منع کر دیا جب کہ اورنگ زیب سرود بجانے میں خود ماہر تھا۔(تاریخ نگار ستیش چندرا)

**مذہبی اور تہذیبی رواداری :** ہندوستانی زبان سیکھنے اور سکھانے میں اورنگ زیب کو اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے ایک ڈکشنری تیار کرائی جس کے ذریعہ فارسی جاننے والے آسانی سے ہندی سیکھ سکیں۔ہندی نظموں اور غزلوں کے متعلق قواعد واصولوں کو رائج کرنے کے لئے اس نے ایک خاص کتاب ترتیب دی۔اس کا مخطوطہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں موجود ہیں۔شہنشاہ اکبر نے اپنے زمانے میں یوم پیدائش منانے کا رواج قائم کیا، لیکن اورنگ زیب نے اس رواج کو ختم کر دیا۔اس نے بڑے پیمانے پر نئی مسجدوں کی تعمیر کرائی بلکہ قدیم مساجد کو رنگ وروغن کرا کر نئی زندگی دی۔اس میں ملازم، امام، مؤذن و خطیب کو سرکاری خزانے سے تنخواہ دی جاتی تھی۔

(جدوناتھ سرکار۔اورنگ زیب ص ۱۰۲)

اورنگ زیب نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ غلطی کے لئے مسلمان اور غیر مسلمان کو یکساں سزا ملے۔مراٹھوں پر فتح پانے کے بعد ایک سردار محرم خان نے غیر مسلموں کو دشمن اور دغا باز بتاتے ہوئے انہیں اعلیٰ عہدوں سے معزول کرنے کے لئے اورنگ زیب کو خط لکھا جس کے جواب میں اورنگ زیب نے کہا کہ ''دنیاوی معاملوں کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اگر تمہارے ذریعہ دیے گئے مشورے پر عمل کیا جائے تو میرا یہ فرض بن جائے گا کہ تمام غیر مسلم راجاؤں اور ان کے ہمنواؤں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں جو میں نہیں کرسکتا۔باصلاحیت اور لائق افسران کو عہدے سے ہٹانے کی حمایت عقلمند آدمی کبھی نہیں کرتے''

(سرکار جدوناتھ ص ۷۴۔۷۵)

اسی طرح دکن میں موجود ''برہم پوری'' میں رہنے والے ایک

افسر میر حسن نے اورنگ زیب کو اُس کے برہم پوری پہنچنے سے قبل لکھا ''اسلام پوری کا قلعہ کمزور ہے اور آپ بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔قلعہ مرمت چاہتا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟''اورنگ زیب نے جواب دیا''اسلام پوری لفظ لکھ کر تم نے اچھا نہیں کیا اُس کا نام برہم پوری ہے تمہیں اسی نام کا استعمال کرنا چاہئے تھا۔جسم کا قلعہ تو اُس سے بھی زیادہ کمزور رہے،اس کا کیا علاج ہے؟

(جدوناتھ سرکار اورنگ زیب کا اپاکیان ص ۹۱)

اپنی حکومت سنبھالتے ہی اورنگ زیب نے اصول بنایا کہ کوئی قدیم مندر منہدم نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں مرمت کرانے کی اجازت دی گئی اور عطیہ بھی دیا گیا۔مذہبی مقامات کے تقدس اور پرامن ماحول کو بنائے رکھنے کے لئے اورنگ زیب نے مندروں کی طرح مسجدوں پر کڑی نگرانی رکھی کیونکہ اکثر حکومت مخالف طاقتیں مندروں اور مسجدوں میں جمع ہوکر حکومت یا بادشاہ کے خلاف سازشیں کرتی تھیں۔

معروف مؤرخ بی این پانڈے نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب مندروں اور مٹھوں کو عطیات دیا کرتا تھا۔

(بی این پانڈے،خدا بخش لائبریری میموریل انویل لکچرس ۱۹۸۶)

اس کے علاوہ الہ آباد میں سومیشور ناتھ مہادیو کا مندر، بنارس میں کاشی وِشوا ناتھ کا مندر، چتر کوٹ میں بالاجی کا مندر، اور مانند کا مندر، اور شمالی ہند میں موجود بے شمار منادر اور گرودواروں کو اورنگ زیب نے جاگیریں عطا کیں اور عطیات دیے۔(بی۔این پانڈے لیکچر پٹنہ ۱۹۸۶)

اورنگ زیب کی حکومت تقریباً پورے ہندوستان پر تھی لیکن ہندو مذہب اپنے پورے وقار کے ساتھ قائم ودائم تھا۔اورنگ زیب کو اتنا علم ضرور تھا کہ ہندو یا سناتن دھرم کے ماننے والوں کو ٹھیس پہنچا کر ہندوستان پر حکومت کرنا آسان نہیں ہوگا لہٰذا زیادہ تر منادر کا تقدس محفوظ رہا۔

**جزیہ کا نفاذ:** اورنگ زیب کے عہد حکومت کی جب بات ہوتی ہے تو ایک لفظ خاص طور سے سننے اور پڑھنے کو ملتا ہے''جزیہ''یہ لفظ اورنگ زیب کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔جزیہ غیر مسلموں سے وصول کیا جانے والا ایک ایسا ٹیکس تھا جس کی اجازت شریعت نے دی ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ کے مطابق مسلم ریاست میں غیر مسلم جب ماتحتی قبول کر لیتے ہیں تو انہیں''ذمی''کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم ریاست میں مقیم غیر مسلم عوام کی سماجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی ہر طرح کی حفاظت کا ذمہ مسلم ریاست کے حکمراں کا ہوگا۔

سرجدوناتھ سرکار اپنی کتاب History of Aurangzeb ص ۲۷۰ج ۳ میں لکھتے ہیں کہ جزیہ طے کرنے کے لئے رعایا کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔پہلے طبقے میں وہ لوگ تھے جن کی آمدنی دس ہزار سے کم تھی۔اس تقسیم کے مطابق پہلے طبقہ کو ۴۸،دوسرے طبقہ کو ۲۴،اور تیسرے طبقہ کو ۱۲ درہم جزیہ کی شکل میں ادا کرنا پڑتا تھا۔

معروف مؤرخ عرفان حبیب کے مطابق اورنگ زیب کے وقت ۱۲ درہم کی قیمت ۳روپئے ۲ آنہ کے برابر تھی۔اگر تاریخ داں طبقہ سرجدوناتھ سرکار کے اس آنکڑے کے مطابق دس ہزار درہم پر ۴۸ درہم جزیہ لیا جاتا تھا تو آدھا فیصد سے بھی کم جزیہ کا درآتا ہے اور سب کا اوسط نکالا جائے تو تقریباً ڈھائی فیصد جزیہ وصول کرنے کی بات سمجھ میں آتی ہے جو شریعت کے عین مطابق درست ہے۔یہاں یہ بھی بتانا درست ہوگا کہ یہی دریعنی ڈھائی فی صد زکاۃ مسلمانوں کے لئے بھی مقرر ہے۔صرف نام کا فرق تھا مسلمانوں کے لئے زکاۃ اور غیر مسلموں کے لئے جزیہ۔جزیہ سے وصول کی گئی رقم کو ایک خاص خزانہ میں جمع کر دیا جاتا تھا جسے خزانۂ جزیہ کہا جاتا۔جزیہ سے حاصل رقوم کو نیک کاموں پر خرچ کیا جاتا جس میں بیوہ اور بے سہارا،یتیم محتاجوں اور مساکین کی امداد بھی شامل تھی۔اس کی بنیاد پر دانشوروں کے اِس نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے معاشی بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے جزیہ لگایا۔

**اورنگ زیب کیا واقعی ہندؤں سے نفرت کرتے تھے؟** حال ہی میں ایک امریکی تاریخ داں آرڈے ٹرسچکی نے اپنی تازہ کتاب''اورنگ زیب دامین دامتھ''میں بتایا ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ اورنگ زیب نے مندروں کو اس لئے مسمار کروایا کیونکہ وہ ہندؤں سے نفرت کرتا تھا۔ٹرسچکی نیویارک کی وٹجرس یونیورسٹی میں جنوبی ایشیا کی تاریخ پڑھاتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب کی اس شبیہ کے لئے انگریزوں کے زمانے کے مؤرخ ذمہ دار ہیں جو انگریزوں کی''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو''کی پالیسی کے تحت ہندو مسلم مخاصمت کو فروغ دیتے رہے۔

اِس کتاب میں وہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ اگر اورنگ زیب کی حکمرانی ۲۰ سال کم ہوتی تو جدید مورخوں نے ان کا مختلف ڈھنگ سے تجزیہ کیا ہوتا۔

حکم نافذ ہے تیرا خامہ تیرا سیف تیری

دم جو چاہے کریں دور ہے شاہا تیرا

اعلیٰ حضرت رضا بریلوی

**حوالہ جات:**

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔از۔علامہ شبلی نعمانی
اورنگ زیب عالمگیر۔از۔پرویز اشرفی
History of Aurangzeb شری جدوناتھ سرکار
تاریخ پرستم: راماشنکر ترپاٹھی
ہندو مندر اور اورنگ زیب عالمگیر کے فرامین، ڈاکٹر بی این پانڈے
بی۔بی۔سی۔ہندی: دلی 4 March 2018

☆☆☆

☆ جامعہ نظامیہ کلیۃ للبنات، کوشی نگر
9415467524- gmoinuddin27@gmail.com

**بقیہ صفحہ 48 کا:** یہ سوچ صرف اکھلیش ہی کی نہیں بلکہ تقریباً ہر سیکولر پارٹی ایسا ہی سوچتی ہے۔اُنہیں لگتا ہے کہ ایک بار مسلم قیادت سیٹ ہوگئی تو وہ کہاں جائیں گے؟اب مسلم قیادت کو روکنے کے لئے ہر سیکولر پارٹی کے پاس ایک اچوک نسخہ ہے جسے آزادی سے اب تک نہایت کامیابی سے استعمال کیا گیا ہے، وہ نسخہ ہے مسلم قیادت کو آر ایس ایس اور بی جے پی کا ایجنٹ کہنا۔سیکولر پارٹی کا فرمان سننے کے بعد مسلم قوم بھی یہی بولی بولنے لگتی ہے نتیجتاً مسلم قیادت کچھ ہی سالوں میں ختم ہوجاتی ہے اور مسلمان نسل درنسل سیکولر پارٹیوں کی دری بچھانے میں ذرہ برابر شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔دیکھتے ہیں اِس الیکشن میں یوپی کے مسلمان بہاری مسلمانوں کی طرح عقل مندی دِکھاتے ہیں یا پھر اکھلیش بھیّا پر ہی جوانی قربان کریں گے۔ ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ/ ۴ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ۔☆ مدیر اعلیٰ ماہ نامہ سوادِ اعظم دہلی

## ’میلاد کانفرنس‘ میں خانوادۂ اشرفیہ جائس کے دینی علمی نمائندہ پروفیسر سید علیم اشرف جائسی کا خطاب

۱۷ نومبر ۲۰۲۱ء بدھ کے روز نمازِ مغرب کے بعد سے دس بجے شب تک انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر دہلی میں منہاج انٹر فیتھ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ’میلاد کانفرنس‘ منعقد ہوئی جس میں مختلف ادیان و مذاہب کے اسکالرز اور دانشوران نے شرکت کی۔ڈاکٹر حفیظ الرحمان (کنوینر) نے نظامت کے فرائض انجام دِیے اور خطبہ استقبالیہ میں میلاد کانفرنس کے مقاصد کو بیان کیا۔اجلاس کا آغاز قاری مختار اشرف اشرفی کے ذریعہ سورہ اِقرا کی تلاوت اور ترجمہ کے ساتھ ہوا۔اَلوینا قریشی نے نعت پاک پیش کی جبکہ درجہ اول کی طالبہ ہانا حفیظ نے انگریزی میں سیرت رسول پر مختصر تقریر کی۔انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر کے صدر سراج الدین قریشی نے کلمات استقبالیہ پیش کیے۔

خانوادۂ اشرفیہ جائس شریف کے دینی علمی نمائندہ اور مولانا آزاد اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں شعبہ عربی کے صدر پروفیسر سید علیم اشرف جائسی نے اپنے کلیدی خطاب میں کہا کہ معاشرے میں بدلے کی نہیں، بدلاؤ کی ضرورت ہے اور بدلاؤ کے لئے پہلے خود کو بدلنا ضروری ہے۔جو لوگ بدلاؤ چاہتے ہیں وہ بدلا نہیں چاہتے اور جو بدلا چاہتے ہیں وہ بدلاؤ نہیں لا سکتے۔انھوں نے کہا کہ دشمن، خطا کار، گنہ گار کو معاف کرنا، اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے اور ہم کو اللہ کی یہ پسند بالکل پسند نہیں پھر بھی اس کے بندے ہیں، اس کی نعمتوں پر زندہ ہیں اور اُس کے حبیب کے امتی ہیں جنھوں نے اپنے بے شمار دشمنوں کو معاف کر دیا۔یہ ہے ہماری خدا مرضی اور عشق رسالت کا حال۔اللہ اکبر!

معروف مفکر، وزیر اعظم ہند کے او ایس ڈی رہ چکے سدھیندر کلکرنی نے کہا کہ ہمیں انسانیت اور ہندوستانیت پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔آج ہندو سماج کا ایک طبقہ شدت پسند ہوتا جا رہا ہے اور مسلم سماج خود کو غیر محفوظ کر رہا ہے۔جگہوں کے نام بدلنے کے ساتھ بے گناہوں پر حملے کرنا کہاں کی تہذیب ہے؟اِس بات کو خود موہن بھاگوت نے ایک پروگرام میں قبول کیا ہے کہ بھارت کے مسلم خود کو الگ محسوس کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ وہ ڈاکٹر طاہر القادری سے متاثر ہیں کہ جنہوں نے دہشت گردی اور خودکش بم دھماکوں کے خلاف اسلامی نقطہ نظر سے کتاب لکھی۔ڈاکٹر ایس فاروق نے اپنے خطبہ صدارت میں بیٹی کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اکرم ﷺ حضرت فاطمہ کی عزت و توقیر کیا کرتے۔دیگر مقررین اور شرکائے اجلاس میں فادر ڈاکٹر ایڈون وِکٹر، سید نادِ علی قادری (بڑودہ) سید توقیر عالم بریلوی، سی اے فیصل فریدی، حاجی قمر الدین سروکون، سیما جوشی ایڈوکیٹ، ڈاکٹر عارفہ راجپوت، فصیح اللہ خان، ایڈوکیٹ شاہدہ خان، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، سید شاداب حسین رضوی رکن حج کمیٹی دہلی، محمد اکرام ایڈوکیٹ، ڈاکٹر محمد یامین انصاری ایڈیٹر انقلاب، حافظ منظر حسین امن مصباحی، محمد جاوید بریلوی صدر منہاج انٹرنیشنل (دہلی یونٹ) ڈاکٹر اَجے کمار وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

اجلاس کے آخر میں ایم آئی ڈبلیو ایف کے صدر (کنوینر) رفیق احمد خان نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور سبھی حاضرین کو عشائیہ پر مدعو کیا۔

**پس منظر**

# حضرت مجاہد ملت ایک انقلابی شخصیت

**شہادت حسین فیضی★**

کچھ ایسی ہستیاں بھی عالم فانی میں آتی ہیں
فنا کے بعد بھی جن کو زمانہ یاد کرتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرۃ:۲۶۲)

وہ لوگ جو اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور پھر نہ احسان رکھیں اور نہ تکلیف دیں تو اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کو نہ کچھ اندیشہ ہے نہ غم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کے راستے میں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (البقرۃ:۲۱۸)

مذکورہ بالا آیتوں میں ان خوش نصیب مسلمانوں کا بیان ہے جو ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو راہ خدا میں خرچ کرتے اور جہاد کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے امیدوار رہتے ہیں۔ انہیں مقدس لوگوں میں حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمن عباسی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی ہے جو راجح قول کے مطابق ۸ محرم ۱۳۲۲ھ/ ۲۶ مارچ ۱۹۰۴ء بروز شنبہ، صبح صادق کے وقت دھام نگر، اڑیسہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ ایک دیندار اور بہت بڑے زمیندار، رئیس اعظم اڑیسہ کے چشم و چراغ تھے۔ انہیں بچپن سے ہی دینی ماحول میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ کچھ سن شعور کو پہنچے تو کٹک کے ایک انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرایا گیا لیکن چونکہ انہیں اسکول کا مغربی ماحول پسند نہیں تھا، اس لئے کچھ ہی دنوں کے بعد انہوں نے اسکول کی تعلیم چھوڑ دی اور کہا کہ ''دین کی تبلیغ اور جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلش ضرور پڑھنا چاہیے مگر مغربی تہذیب و تمدن کے لئے ہرگز ہرگز انگلش نہ پڑھیں''، یعنی انہیں انگلش پڑھنا پسند تھا لیکن اسکول کا مغربی ماحول پسند نہیں تھا۔ اس کے بعد علامہ عبدالصمد بالیسری اور مفتی شاہ ظہور حسام صاحب سے گھر پہ ہی درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۰۴ھ میں مجاہد ملت سہسرام تشریف لائے اور حضرت علامہ عبدالکافی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بعدہ ۱۳۴۱ھ میں پہلا حج کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ لیا جہاں اپنے پیر و مرشد کے علاوہ دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی پھر حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے لیے ''اجمیر'' تشریف لے گئے اور تقریباً ۲۸ سال کی عمر تک حصول علم میں مشغول رہے۔

بعدہ آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور جامعہ سبحانیہ الہ آباد میں تدریسی خدمات انجام دی پھر ۱۹۶۸ء/ ۱۳۸۷ھ میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں صدر المدرسین کے عہدہ پر رہ کر تدریسی خدمت انجام دی۔ چونکہ دینی تبلیغ و اشاعت اور دینی تعلیم کی اجرت لینا جائز نہیں (یہی اصل ہے حالانکہ ضرورتاً بعد میں فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے) اس لئے مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے بر بنائے تقویٰ پوری زندگی دین کی خدمت مثلاً خطابت، امامت اور درس و تدریس کے بدلے میں نذرانہ قبول نہیں فرمایا بلکہ جس جلسہ یا کانفرنس میں شریک ہوتے وہاں کی ضرورت کے مطابق ادارہ، مدرسہ اور مسجد کے لئے اپنی جانب سے کچھ عطایات دے کر ہی آتے۔ اسی طرح جن اداروں میں آپ نے درس و تدریس کے خدمات انجام دیے وہاں کی انتظامیہ سے کبھی تنخواہ نہیں لی بلکہ انتظامیہ کی امداد بھی کرتے اور وہاں زیر تعلیم بچوں کی کفالت بھی فرمایا کرتے۔

**اُن پر فتوی لگایا گیا:** اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت کو عوام میں قبولیت تامہ عطا فرمائی تھی، جس سے سے کچھ لوگ گھبرا گئے اور اُن پر ''بشریٰ'' نامی کتاب میں تقریظ لکھنے کے سبب کفر کا فتوی لگا دیا۔ تجدید

ایمان اور تجدید نکاح کا مطالبہ کیا اور اشتہار بازی شروع کر دی۔ مجاہد ملت نے جو خود علم کے سمندر تھے استقامت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ بالآخر مولانا وکیل الرحمن خطیب جامع مسجد روپن لین کلکتہ کی تحریر پہ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ صفر ۱۳۹۳ھ میں جواب نمبر ۳۰/۱۷ کی تصدیق فرمائی کہ ''ظاہر ہے کہ اس صورت میں مصدق و مصنف بشری پر لزوم تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم نہیں'' الغرض مفتی اعظم ہند کی مداخلت سے کاہل اور ناکارہ فتویٰ بازوں کی زبان خاموش ہوئی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایسے لوگ پہلے بھی تھے اور آج بھی ہیں۔

**تعلیمی ادارے اور تنظیمیں:** آپ نے درجنوں کی تعداد میں مدارس و اسکول قائم فرمائے ان میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد، مدرسہ قادریہ پانسکوڑہ، جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس، اسلامی مرکز رانچی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دھام نگر ہائی سکول اور دھام نگر کالج کے لئے آپ نے کافی زمینیں وقف کیں۔ مجاہد ملت جس طرح مدارس کے طلبہ کی کفالت فرماتے، وظیفہ مقرر فرماتے اور حوصلہ افزائی کیا کرتے، ایسا ہی اسکول اور کالج کے طلبہ کی بھی کفالت فرماتے تھے، وظیفہ مقرر کرتے اور زبان و ادب کے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم میں مہارت یا کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو مبارکبادی دے کر حوصلہ افزائی کیا کرتے۔ تنظیمیں بھی انہوں نے بہت بنائی ان میں آل انڈیا تبلیغ سیرت اور تحریک خاکساران حق یہ دونوں ملکی سطح کی تنظیمیں تھیں جو آج بھی قائم ہیں اور قابل ذکر ہیں جسے مزید فعال اور متحرک بنانے کی ضرورت ہے۔

**مدارس کے نظام میں اصلاح:** مدارس کی چھٹیاں کم کیں اور مدارس کے نصاب میں تصوف کی تعلیم کے لئے رسالہ قشیریہ شامل کروایا۔ عربی ادب کو کو بھی اہمیت کی جگہ پر رکھا۔ روحانی تربیت کے لئے طریقت و شریعت کا عملی نصاب بنایا۔ جسمانی نشونما اور بالیدگی کے لئے خاکساران حق کی تربیت کو لازم قرار دیا۔

**سیاسی شعور و بصیرت:** چونکہ آپ ایک اعلیٰ زمیندار خاندان کے فرد تھے اور وہ تحریک آزادی کے شدت کا زمانہ تھا۔ اس لئے ملکی سیاست سے لازماً واقف اور اس میں شامل بھی تھے۔ ۱۳۳۶ھ میں دو سال تک کاشتکاری کے لیے نہر میں پانی نہیں چھوڑا گیا جس سے کاشتکاروں کا کافی نقصان ہوا لیکن گورنمنٹ کی جانب سے واٹر ٹیکس کی نوٹس دی گئی۔ مجاہد ملت نے کاشتکاروں کو منظم کر کے کہا کہ ہم ٹیکس نہیں دیں گے جس پر انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور بعد میں ہائی کورٹ سے رہائی ملی۔

**شیریں بیانی اور وسعت نظری:** مفتی اعظم ہند اور مولانا حشمت علی خاں و دیگر علمائے کرام کے ساتھ مجاہد ملت کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں کافی گرما گرم بحث ہوئی کہ پورے ملک کے تمام تنظیموں کو ایک ہی تنظیم میں ضم کر دیا جائے۔ مجاہد ملت نے فرمایا کہ یہ تجویز مجھے منظور ہے لیکن میری بھی ایک بات آپ سب کو تسلیم کرنی ہوگی کہ اس تنظیم کے اغراض و مقاصد میں ملکی سیاست کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ مسلمان حکومت سے لاتعلق رہ کر باوقار نہیں رہ سکتے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم سیاست کو شامل نہیں کریں گے تو مجاہد ملت نے بھی فرمایا کہ ہم اپنی تنظیم کو بھی ضم نہیں کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ کمیونسٹوں کی ایک بات بہت اچھی ہے کہ وہ بحث کرتے ہیں تو دشمنوں کی طرح لیکن میٹنگ ختم ہونے کے بعد سب ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ ہمیں بھی اس بحث کو یہیں ختم کر کے مل جل کر رہنا چاہیے۔

**تحریک آزادی میں حصہ داری:** تحریک آزادی میں بھی انہوں نے حصہ لیا۔ سیاسی بیانات دینے کی وجہ سے آزادی کے پہلے اور آزادی کے بعد بھی کل ملا کر ےمرتبہ جیل گئے لیکن کبھی معافی نہیں مانگی۔ عربی اردو میں ان کی کتابیں ہیں لیکن انہوں نے شعر و شاعری نہیں کی۔ تاہم صرف دو شعر انہوں نے اپنی زندگی میں تقسیم ہند کے بعد کہا تھا جس میں خود کو مخاطب کیا ہے کہ

فکر کی کیسے رہیں گے ہند میں
ان سے کیا مطلب جو ہیں اب سندھ میں
ہاتف غیبی نے دی مجھ کو صدا
سر بکف رہنا پڑے گا ہند میں

پہلے شعر میں انہوں نے کہا کہ ہم بھارتی مسلمانوں کو پاکستانیوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہونا چاہئے اور دوسرے شعر میں اس عزم محکم کا اظہار فرمایا کہ ہمیں بھارت میں خود دار اور باوقار زندگی گزارنے کے لئے جہد مسلسل کے ساتھ سر پر کفن باندھ کر اقتدار میں، انتظامیہ میں اور، دفاعی امور میں شامل ہونے کے لیے سخت محنت کرنی ہوگی۔

**سخاوت اور تقوی شعاری:** وہ فرماتے تھے کہ مجھے دو باتیں بہت پسند ہیں ایک یہ کہ کوئی نماز پڑھا دے اور میں نماز پڑھ لوں

اور دوسری یہ کہ کوئی دعوت دے اور میں کھالوں تا کہ دونوں معاملے میں باز پرس سے بچ جاؤں۔ اس سے امامت کی ذمہ داری اور لقمۂ حلال کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر ان امور میں محتاط تھے۔ سخاوت ایسی کہ ایک دن بھی بغیر داد و دہش کے زندگی نہیں گزاری وہ بھی ایثار کے ساتھ۔ ان کی صحبت میں رہنے والے بتاتے ہیں کہ حضرت حد درجہ محتاط اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارتے۔ انکساری ایسی کہ جو بھی ان کا ہاتھ چومتا جھٹ سے وہ بھی ان کا ہاتھ چوم لیتے۔

**مشرقی ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فیض العلوم میں آخری آمد:**

آخری حج ۱۹۸۰ء کے بعد حضرت فیض العلوم تشریف لائے۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ مجھے ان کی زیارت نصیب ہوئی تھی لیکن شرف بیعت نہ ہوا تھا۔ اس مرتبہ دیگر طلبۂ فیض العلوم کے ساتھ مجھے بھی شرف بیعت حاصل ہوا۔ بیعت کے بعد حضرت نے کچھ خاص نصیحت فرمائی پھر میں نے عرض کی کہ ہم لوگوں کو کچھ اوراد و وظائف بتائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگ طالب علم ہیں اور بعد میں عالم دین ہوں گے۔ اب بھی اور بعد میں بھی آپ کا کام دین سیکھنا اور سکھانا ہے اور یہ کام نفلی نمازوں اور نفلی اوراد و وظائف سے زیادہ ضروری ہے اور زیادہ ثواب کا کام ہے۔ آپ لوگ فرائض واجبات اور سنتوں کی پابندی کریں اور تسبیح فاطمہ پڑھا کریں۔ بقیہ وقت دینی و علمی کتابوں کے پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اچھی دنیا اور اچھی آخرت عطا فرمائے۔

الحمدللہ میں اپنے پیرومرشد کے حکم کا پابند ہوں۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بیعت مجاہد ملت کے ہاتھوں میں کی اور تربیت آپ کے خلیفۂ صادق شمس العلماء مفتی نظام الدین بلیاوی ثم الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی اور اس طرح بلاواسطہ نہ صحیح بالواسطہ آپ کا فیض مجھے خوب پہنچا ہے۔ شمس العلماء دراصل فیض العلوم میں شیخ الحدیث تھے۔ مجھے احادیث کی سند بھی حضرت سے ہی حاصل ہے۔ ان کی تفہیم ضرب المثل تھی۔ ادق مضامین بھی حضرت چند لمحوں میں سمجھا دیا کرتے۔ حضرت کا خصوصی نظر کرم مجھ پہ ہوا کرتی تھی اور میں حضرت کی تربیت کا اثر اپنی زندگی میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ میں نے آپ سے ہی درس و تدریس کے اسرار و رموز اور تعلیم و تربیت کا ہنر سیکھا ہے۔

ذکر جب مشفق اساتذہ کا چھڑا ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ جہد مسلسل کا جذبہ مجھ میں استاذ مکرم قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کو دیکھ کر آئی ہے۔ میں نے اب تک کی زندگی میں قائد اہلسنت کی طرح جہد مسلسل کرنے والا کسی دوسرے کو نہیں دیکھا ہے۔ خانقاہ حبیبیہ دھام نگر اڑیسہ کے موجودہ متولی و سجادہ نشین حضرت مولانا سید غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی فیض العلوم میں میرے ہم سبق ساتھی تھے۔ موصوف شمس العلماء سے بہتر تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے ہی فیض العلوم تشریف لائے تھے۔

**مجاهد ملت اور طبقات علماء:** مجاہد ملت کے ہم عصر اور مابعد کے علمائے ہند کو دو طبقوں میں رکھا جا سکتا ہے:

ایک علمائے کرام کا وہ طبقہ ہے جس کی نمائندگی مجاہد ملت، حافظ ملت اور قائد اہل سنت (وغیرہ) جیسے بالغ نظر، دور اندیش، دور رس، بلند فکر و خیال کے حامل اور پوری امت مسلمہ کے لئے جذبۂ خیر سے سرشار علماء و قائدین ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی پوری امت مسلمہ کے لیے وقف کر دیں جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں نہ صرف مدارس و مساجد قائم فرمائے بلکہ اسی مقدار میں اسکول، کالج، ہاسپیٹل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ اور تربیتی مراکز بھی ملک و بیرون ملک قائم کیے۔ ساتھ ہی صالح قیادت و سیاست میں اپنے انمٹ نقوش اور سنگ میل چھوڑے۔ تعمیر ملت اور تنظیم و تحریک سازی میں بنیادی اصول و قواعد متعین کیے۔ قدیم صالح اور جدید نافع کے طرز پر نئے نئے پلیٹ فارم قوم و ملت کے نوجوانوں کے لیے کھولے تا کہ وہ دینی اداروں سے نکل کر اعلیٰ عصری اداروں میں اپنی جگہ بنا سکیں۔ مدارس سے نکل کر یونیورسٹیوں میں جانے کے لئے مراکز قائم کیے۔ دینی جلسوں کے ساتھ بوقت ضرورت سیاسی، معاشی، سماجی جلسوں میں بھی شرکت کی اور قیادت کے فرائض انجام دیے۔ حکومت وقت کے غلط اقدام پر تنقید بھی کی اور ملی حقوق کے لئے ان سے مل کر استفادہ بھی کیا جس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ اس گروپ کا ہر عالم ایک فرد کامل تھا اور ان ہی عالم ربانیین کے لیے وہ فضیلتیں ہیں جو قرآن و حدیث میں علماء کے تعلق سے بیان ہوئے ہیں۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

یہ نیک لوگ قوم و ملت کے لئے مشعل راہ تھے اور اس طرح کے علماء آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں جس کی مثال حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی مدظلہ العالی اور عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ وغیرہ ہیں۔ دوسرا طبقہ

علمائے کرام کا وہ ہے جن کے تعلق سے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے؟
کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!

ہم لوگ اسی گروپ میں ہیں ہماری فکر صرف اور صرف مدارس، ائمہ مساجد اور مدارس میں پڑھنے والے ملت کے وہ چار فیصد غریب بچے ہیں جن میں سے اکثر بچے درمیان میں ہی تعلیم چھوڑ دیتے ہیں یا نامکمل نصاب کی تکمیل کر کے پوری زندگی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں اور ہم انہیں کے لئے روتے رہتے ہیں۔ جب کہ وہ خود اس ناگفتہ بہ حالات سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم بہت محدود اور سطحی فکر کے لوگ ہیں، ہم بس دو رکعت کے امام ہیں اور ہماری سوچ اسلام کے عالمگیر مزاج اور انقلابی خوبیوں سے یکسر دور ہے۔ اقبال نے کسی دور میں مسجد و خانقاہ کی چہار دیواری میں محدود رہنے والے اور معاشرتی زندگی سے لاتعلق اور بے پرواہ ہو جانے والوں کے بارے میں کہا تھا کہ

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

جو لوگ امامت، خطابت اور مکتب کی معلمی کو چھوڑ کر دین داری کے ساتھ دیگر جائز ملازمت و تجارت وغیرہ کی جانب مائل ہوتے ہیں اور اس کے لئے کوششیں کرتے ہیں تو وہ بالکل کامیاب بھی ہیں پھر انہیں سوالی بن کر کھڑا رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس گروپ کے علماء کو بھیک کی نہیں بلکہ ایسی دستگیری کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنی حالت بدل سکیں اور دینداری کے ساتھ اچھی دنیا حاصل کر سکیں۔ اس ضمن میں حضرت مجاہد ملت کی زندگی کا مطالعہ کریں تو انھوں نے بہت قربانیاں دی ہیں اور اس طبقے کو چہار دیواری سے نکال کر آفاقی وسعت فراہم کرنے میں کافی سرمایہ کاری بھی کی ہے۔ وہ ہمیشہ طبقہ علماء کو خود کفیل اور خود دار دیکھنا چاہتے تھے۔ مجاہد ملت کی عملی زندگی اور فکر اقبال میں یگانگت جھلکتی ہے۔ علامہ اقبال نے یہ شعر اُن لوگوں کیلئے کہا ہے جو دینی ادارہ چلاتے ہیں یا چلانا چاہتے ہیں کہ

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
ترک دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامہ محشر یہاں

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے
محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اَب نہ آئیں ان افسانوں کو نہ چھیڑ

**وصال اور سفر آخرت:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ہجرت کرے اللہ کے راستے میں پائے گا زمین میں پناہ، روزی کے لئے بہت کشادہ جگہ اور جو نکلے اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے اور گھر واپس آنے سے پہلے ہی اس کی موت ہو جائے تو اُن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (النساء:۱۰۰) آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں نکلا تو جب تک وہ گھر لوٹ کر نہ آئے تو وہ اللہ کے راستے میں ہی ہے۔

مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ آخری حج ادا فرمانے کے بعد ممبئی تشریف لائے اور وہ اپنے گھر دھام نگر نہیں گئے بلکہ دینی وملی کاموں میں مشغول رہے۔ وہاں سے جمشید پور ہوتے ہوئے کلکتہ گئے اس کے بعد الہ آباد پہنچے۔ اس درمیان سردی شروع ہوئی اور طبیعت بگڑنے لگی جس کی وجہ سے بہت سے پروگرام منسوخ بھی ہوئے اور تقریباً دو ماہ الہ آباد میں ہی زیر علاج رہے اور بالآخر علاج کے لئے دوبارہ ممبئی تشریف لے گئے۔ وہاں طبیعت میں اتار چڑھاؤ لگا رہا۔ بالآخر ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو ممبئی میں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ سفر حج میں نکلا ہوا مسافر درِ دولت کو چھونے سے پہلے ہی جان جان آفریں کو سپرد کر گیا۔ پہلی جنازے کی نماز ممبئی میں ہوئی پھر کلکتہ میں اور آخری جنازے کی نماز دھام نگر میں ہوئی۔ دھام نگر میں حضرت کا مزار مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆

منظر نامہ

سیاسی تناظر

# یوپی میں اکھلیش جی اویسی سے اتحاد کیوں کریں؟

غلام مصطفےٰ نعیمی★

اکھلیش یادو نے بیرسٹر اسدالدین اویسی کے ساتھ کسی بھی اتحاد سے صاف منع کر دیا ہے۔بعض جذباتی مسلمان بڑے غصے میں ہیں کہ جب اکھلیش یادو آدھا درجن پارٹیوں سے اتحاد کر سکتے ہیں تو اویسی کی پارٹی سے اتحاد کرنے میں کیا برائی ہے؟ پہلی نظر میں دیکھا جائے تو اکھلیش پر غصہ تو آتا ہے مگر سیاسی نظریے سے دیکھا جائے تو اکھلیش کا فیصلہ سیاسی چالاکی اور پختہ سیاسی شعور کا مظاہرہ ہے۔آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیسا سیاسی شعور ہے جس میں مہان دَل جیسی زیرو پوزیشن والی پارٹی کے لئے جگہ ہے لیکن تین صوبوں میں ممبران اسمبلی رکھنے والی پارٹی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔آیئے اسے سیاسی اعداد وشمار کی روشنی میں سمجھتے ہیں تا کہ آپ اکھلیش کی سیاسی ہوشیاری کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

**یوپی کی سیاسی تصویر:** یوپی میں ۷۵ ضلع ہیں جن میں ۸۰ پارلیمانی اور ۴۰۳، اسمبلی سیٹیں ہیں جہاں کی سیاست ذات پات اور مذہب کے ارد گرد گھومتی ہے اس لئے پہلے یوپی کا سیاسی نقشہ سمجھ لیں:

دلت: ۲ء۲۱ فیصد۔مسلم: ۲۰ فیصد۔برہمن: ۸۸ء۵ فیصد

راجپوت: ۲۸ء۵ فیصد۔بنیے: ۲۸ء۲ فیصد۔

یادو: ۷۴ء۶ فیصد۔کُرمی: ۲ء۳ فیصد۔جاٹ: ۷ء۱ فیصد

اِس فہرست کو غور سے دیکھیں، ایک بار میں سمجھ نہ آئے تو دوبارہ پھر دیکھیں، اگر سمجھ میں آجائے تو بتائیں کہ ووٹ فیصد کی بنیاد پر صوبے میں کس کی حکومت بننا چاہیے؟ معمولی عقل رکھنے والا بھی یہی جواب دے گا کہ زیادہ ووٹنگ فیصد کی بنیاد پر دَلت حکومت بنائیں گے یا مسلمان کیوں کہ حکومت سازی کے لئے کم از کم ۲۵ فیصد ووٹ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔صوبے میں دَلت اور مسلمانوں کی تعداد ہی بیس فیصد یا اُس سے زیادہ ہے باقی سبھی طبقات پانچ سے سات فیصد کے درمیان ہی سمٹ جاتے ہیں یعنی ان کی حیثیت اتنی نہیں کہ اپنے بوتے حکومت سازی کر سکیں، لیکن مزے دار بات تو یہ ہے کہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہندو اَپر کاسٹ (upper caste) کے افراد سب سے زیادہ وزیر اعلیٰ بنے ہیں۔اب تک یوپی میں کل ۲۰ افراد وزیر اعلیٰ کی کرسی تک پہنچے ہیں جن میں اپر کاسٹ کے ۱۳؍افراد ہیں یعنی ۲۰ میں سے ۱۳ افراد تو اپر کاسٹ کے ہو گئے، باقی بچے سات میں سے ۳ یادو، ایک جاٹ، ایک دلت، ایک کائستھ اور ایک لودھی سماج سے منتخب ہوا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس فہرست میں مسلمان کہاں ہیں؟

تو حضور والا! دل تھام کر سنیں، یوپی کے مسلمان اس فہرست سے مکمل طور پر خارج ہیں، ان کے کھاتے میں صرف زیرو ہے۔سماجی اعتبار سے وزرائے اعلیٰ کی پوری تفصیل اس طرح ہے:

پنڈت سماج: چھ افراد وزیر اعلیٰ بنے۔راجپوت سماج: چار افراد۔بنیا سماج: تین افراد۔یادو سماج: تین لوگ وزیر اعلیٰ ہوئے۔

دلت سماج: ایک فرد منتخب ہوا۔جاٹ سماج: ایک فرد منتخب ہوا۔

یہ فہرست محض افراد کے اعتبار سے ہے، اس میں شامل افراد ایک سے زائد بار بھی وزیر اعلیٰ بنے ہیں۔یادو سماج کے تین افراد رام نریش یادو، ملائم سنگھ یادو اور اکھلیش یادو وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے مگر تنہا ملائم سنگھ ہی تین مرتبہ وزیر اعلیٰ بنے۔اسی طرح دلت سماج سے بھلے ہی ایک ہی فرد مایاوتی وزیر اعلیٰ بنیں، مگر وہ چار مرتبہ وزیر اعلیٰ منتخب ہو چکی ہیں۔

**مسلمان کہاں ہیں؟** یوپی میں برہمن چھ فیصد سے کم ہیں مگر اُن کے چھ افراد وزارت اعلیٰ تک پہنچے۔راجپوتوں کی تعداد محض پانچ فیصد ہے مگر اُن کے بھی چار افراد وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔بنیا سماج بھلے ہی تین فیصد سے کم ہے مگر اُن کے بھی تین افراد وزارت اعلیٰ کی کرسی پر فائز ہو چکے ہیں۔یادو سماج جنہیں اہیر بھی کہا جاتا ہے تعداد میں بھلے ہی چھ فیصد ہی ہیں مگر اُن کے بھی تین افراد پانچ مرتبہ وزیر اعلیٰ ہو چکے ہیں جب کہ دلت سماج سے بھلے ہی ایک فرد کو موقع ملا مگر دلتوں کی سیاسی سوجھ بوجھ کی تعریف کرنا ہوگی کہ دیر سے ہی سہی لیکن انہوں بھی چار مرتبہ اپنا وزیر اعلیٰ بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ہاں! سب سے زیادہ تعریف تو جاٹ سماج کی ہونا چاہیے جنہوں نے محض ڈیڑھ فیصد ہونے کے باوجود

ایک بار ہی سہی مگر اپنا وزیر اعلیٰ بنانے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

سوال اٹھتا ہے کہ جب چھ فیصد والے یادو اور ایک فیصد والے جاٹ، وزیر اعلیٰ منتخب ہو سکتے ہیں تو آخر بیس فیصد والے مسلمان کہاں چوک رہے ہیں جو آج تک وزیر اعلیٰ تو دور نائب وزیر اعلیٰ تک نہیں بن سکے؟ جواب صرف اتنا ہے کہ مذکورہ قومیں حکومت سازی میں اس لئے کامیاب ہوئیں کہ انہوں نے سیاسی میدان میں اپنی قیادت کو پروان چڑھایا اور حکومت بنائی مگر مسلمان آزادی سے لے کر آج تک دوسروں کا بوجھ ڈھونے میں لگے ہوئے ہیں۔ آزادی سے ۱۹۹۰ء تک آنکھ بند کر کے کانگریس کے وفادار بنے رہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد غیرت بیدار تو ہوئی مگر غلط وقت اور غلط سمت کی طرف نکل گئی، جس کا بھر پور فائدہ ملائم سنگھ کی سماج وادی اور کانشی رام/مایاوتی کی بہوجن سماج پارٹی نے اٹھایا۔ مسلمانوں کی حمایت سے ملائم سنگھ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ ان کا بیٹا اکھلیش یادو وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے جب کہ مایاوتی مسلمانوں کی حمایت کی بدولت چار مرتبہ وزیر اعلیٰ کی کرسی تک پہنچ چکی ہیں۔

مایاوتی تو ایک حد تک یہ کہہ سکتی ہیں کہ مجھے وزیر اعلیٰ بنانے میں تنہا مسلمانوں کا رول نہیں بلکہ دلت سماج کا بھی بڑا رول ہے کیوں کہ دلت سماج تقریباً ۲۲ فیصد ہے لیکن ملائم سنگھ کی یادو برادری محض چھ فیصد ہے جس کے دم پر وہ زیادہ سے زیادہ ۱۵/۲۰ سیٹیں ہی جیت سکتے ہیں۔ ان کی سیاست کا سارا دار و مدار ۲۰ فیصد مسلم ووٹوں پر ہے۔ مسلمانوں کا یک مشت ۱۵/۱۴ فیصد ووٹ مل جاتا ہے، کچھ یادو اور کچھ او بی سی برادریوں کا ووٹ مل جاتا ہے، اس طرح سماج وادی پارٹی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اگر سماج وادی پارٹی سے مسلمان الگ ہو جائیں تو سماج وادی پارٹی ایٹہ سے اٹاوہ تک سمٹ کر رہ جائے گی۔

**اویسی سے اتحاد نہیں:** بیرسٹر اسد الدین اویسی ایک پڑھے لکھے، دور اندیش اور فکر و شعور رکھنے والے قابل لیڈر ہیں۔ ان کی سیاست کا محور صرف مسلمان ہیں۔ حالانکہ وہ دلتوں، پچھڑوں اور دیگر طبقات کو بھی نمائندگی دیتے ہیں مگر اُن کی اصل طاقت مسلم ووٹوں سے ہی ہے۔ یوپی میں قریب چار کروڑ مسلمان ہیں جو ۱۴۰ سیٹوں پر فیصلہ کن پوزیشن رکھتے ہیں، یہی سوچ کر اویسی صاحب نے یوپی میں قدم رکھا ہے۔ اگلے سال یوپی میں اسمبلی الیکشن ہے جس میں بی جے پی اور سماج وادی کے درمیان راست لڑائی کا امکان ہے۔ حالانکہ مایاوتی اور کانگریس بھی تکونا مقابلہ بنانے کی بھرپور کوشش میں جُٹی ہیں مگر زمینی سطح پر سماج وادی پارٹی ہی سب سے مضبوط نظر آرہی ہے۔ بی جے پی کو گھیرنے کے لئے اکھلیش نے قریب نصف درجن سے زائد چھوٹی اور نئی پارٹیوں سے اتحاد کیا ہے جن میں مہان دَل جیسی پارٹی بھی ہے جسے صوبے میں ڈھنگ سے کوئی جانتا تک نہیں۔ اتحادیوں کی بھیڑ جمع کرنے کے باوجود اکھلیش نے اویسی صاحب سے اتحاد کرنے سے صاف منع کر دیا ہے۔ اِس انکار کے پیچھے اپنا ووٹ بینک ختم ہو جانے کا ڈر ہے۔

دراصل گذشتہ الیکشن نتائج سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یادو برادری لگاتار اکھلیش کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ سال ۲۰۱۲ء کے اسمبلی الیکشن میں انہیں یادوں کا ۸۳ فیصد ووٹ ملا تھا۔ ۲۰۱۷ء کے الیکشن میں یہ ووٹ فیصد گر کر ۵۳/ فیصد تک رہ گیا۔ ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی الیکشن میں یہ آنکڑا گر کر ۲۹/ فیصد تک رہ گیا جس کی بنا پر ملائم فیملی کے لوگ بھی یادو اکثریتی سیٹوں پر ہار گئے، جن میں اکھلیش کی بیوی بھی شامل ہیں جو اپنی پشتینی سیٹ قنوج سے ہار گئیں۔ ایسے میں اکھلیش کو صرف مسلم ووٹوں کا آسرا ہے۔ اب اویسی سے اتحاد کر لیا جائے تو معاملہ سیٹوں کی تقسیم پر پھنسے گا۔ سماج وادی پارٹی کا دار و مدار مسلم ووٹوں پر ہے تو اویسی بھی مسلم ووٹوں ہی کے سہارے سیاست کرتے ہیں۔ اتحاد کی صورت میں اویسی ہندو اکثریتی علاقوں کی سیٹ تو لیں گے نہیں، مسلم علاقوں ہی کی سیٹ مانگیں گے، جیسے رامپور، مرادآباد، بریلی، امروہہ، سنبھل، مظفرنگر، اعظم گڑھ، کانپور (وغیرہ) اب اویسی کو اُن علاقوں کی سیٹ دینے کا مطلب ہوگا اپنی ہری بھری فصل دوسروں کو سونپنا۔

بالفرض اویسی کا اکھلیش سے اتحاد ہو جائے تو مسلم علاقوں سے اویسی کی جیت تقریباً یقینی ہو جائے گی کہ مسلمانوں کے پاس دوسرا آپشن نہیں ہوگا۔ اب اگلے الیکشن میں میں اویسی اُنہیں سیٹوں پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ سیٹوں میں اضافہ چاہیں گے، اضافہ شدہ میں سے کچھ اور جیت لیں گے تو اگلے الیکشن میں مزید سیٹیں بڑھائیں گے۔ اس طرح دس پندرہ سال میں اکھلیش میاں مسلم اکثریتی علاقوں سے نکل کر ایٹہ اور اٹاوہ تک سمٹ جائیں گے جہاں وہ ضلع پنچایت اور بلاک پرمکھ ہی بن سکتے ہیں، وزیر اعلیٰ بننے کا خواب انہیں چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے اکھلیش سب سے اتحاد کر سکتے ہیں مگر مسلم پارٹی سے نہیں۔

**(بقیہ ص 42 پر دیکھیں)**

فکر امروز

# تری پورہ وِزٹ کے لئے اگر تلا میں ۳۲ گھنٹے

مسافر: خالد ایوب مصباحی شیرانی★

غیروں کے بیچ پیدا ہوئے ہم اسلامیان ہند کے لئے کیا ہولی کے رنگ، کیا پتنگوں کی بہاریں اور کیا دیوالی کے پٹاخے، کچھ بھی نیا نہیں لیکن ان آلودگیوں کے درمیان یہ خیال بھی نہ تھا کہ پس ماندہ، پس داشتہ، غریب اور ابھی تازہ تازہ متعصب ہوئے تری پورہ کے نارمل قصبہ نما دِکھنے والی دار الریاست اگرتلا کی دیوالی بھی اس قدر زہر آلود، دھماکے دار اور دھواں دھواں ہوگی۔ اگرتلا ایئر پورٹ سے کوئی 11 کلو میٹر کی دوری پر واقع ہمارے ہوٹل کے بالائی منزلے میں دیر رات تک پٹاخوں کی گھن گرج بار بار چونکاتی رہی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی ہر بار کی دیوالی اسی رنگ ڈھنگ کی ہوتی ہے یا یہ کوئی نیا نویلا جوش تھا، تاہم بہر صورت اتنا ضرور ہے کہ جمہوری نظام کے لئے کسی بھی طور پر ایسا مذہبی جنون اطمینان بخش نہیں۔

بنگلہ دیش سے گھری اس ریاست میں مذہبی جنونیوں نے تعصب کی نئی نئی کاشت کی ہے، جس کا ثمرہ گزشتہ دنوں یہاں کے ۵ ضلعوں میں برپا کیے گئے فسادی ماحول میں دیکھنے کو ملا اور دراصل ہمارے پیش رو اور کرم فرما حضرت مولانا قمر غنی عثمانی صاحب کی تحریک پر اس اجنبی جگہ پر ہماری آمد بھی انھیں مظلوموں کی واقعی صورت حال کا جائزہ لینے اور دست گیری کرنے کے لئے ہوئی تھی لیکن شاید فی الوقت قدرت کو یہ منظور نہیں تھا، اس لئے بنا مراد پائے الٹے پاؤں لوٹنا پڑا۔

ہوا یوں کہ ۴ نومبر کو احمد آباد سے جے پور کی فلائٹ کینسل ہونے پر ناگہاں جے پور کی بجائے وایا کلکتہ اگرتلا کی کنکٹنگ فلائٹ پکڑی اور عزیز مکرم انجینئر شجاعت علی قادری کے مشورے پر کلکتہ سے محمد اشفاق نامی نوجوان کا بھی ٹکٹ بنوا لیا تاکہ وہ بیک وقت بحیثیت وکیل اور بحیثیت بنگلہ داں معیت نبھا سکیں۔ اشفاق بھائی ہماری معروف تعلیمی تنظیم ایم ایس او سے وابستہ بنگالی نوجوان ہیں۔ شام کو یکا یک ان کا ٹکٹ بنوایا گیا اور احمد آباد۔ کلکتہ فلائٹ کی اڑان سے پہلے اور کلکتہ پہنچنے کے بعد بھی دیر رات تک ان سے آگے کے حالات اور پلاننگ پر مشورے چلتے رہے۔ اسی دوران ان سے مطالبہ بھی کیا کہ اب وہ نہ سوئیں اور ایئر پورٹ تشریف لے آئیں لیکن مہربان نے نہ صرف یہ کہ حامی بھرنے کے باوجود آنے میں دیر کر دی بلکہ پھر وہ کسی وقت ستانے کے بہانے اپنے گھر پر ہی سو بھی گئے اور کچھ ایسا سوئے کہ جب ہم اگرتلا پہنچے تب ان کی کلکتہ میں آنکھ کھلی۔

دراصل اشفاق بھائی یہاں کے تشویش ناک حالات اور ہر چھوٹی چھوٹی بات پر تری پورہ پولیس کی UAPA کارروائی کو لے کر کافی پریشان تھے اور ممکن ہے ان کی یہی پریشان خاطری ان کے لئے مقدس بہانہ بنی ہو۔ کلکتہ ایئر پورٹ سے آن لائن ہوٹل کی بکنگ کی گئی اور ۵ نومبر کو صبح پونے آٹھ بجے اگرتلا ائیر پورٹ سے ڈائریکٹ ہوٹل میں پہنچنا ہوا۔ سوئے اتفاق کہ بنا کچھ تیر مارے تری پورہ میں کوئی ۳۲ دن کی ماڈرن اسیری گزار کر جوں کی توں ہوٹل سے ہی ابھی ۶ نومبر شام ۳:۵۰ نامراد واپسی ہو رہی ہے۔ اس دوران جو نا تمام مساعی ہوئیں اور جو باتیں سمجھ میں آئیں، ان کی داستان ناکامی کچھ یوں ہے:

**مسلمانوں میں دہشت ہے:** مسلمانوں میں دہشت کا ماحول ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ پوری ریاست کا یہی سماں ہے یا نہیں؟ لیکن اس مختصر دورانیے میں دور سے حالات ٹٹولنے کا جتنا موقع ملا اور جن جن احباب سے رابطہ کیا جا سکا، ان سب کا مجموعی نچوڑ یہی ہے کہ حالات ٹھیک نہیں۔ آپ کا بنا اجازت باہر نکلنا مناسب نہیں۔ واپسی میں بھلائی ہے۔ انتظامیہ متعصب ہے اور ساتھ ہی جھوٹ سے کام لے رہی ہے۔ اس وقت UAPA پولیس کا سب سے مضبوط ہتھیار ہے۔ یہاں کے تین لوگوں سے رابطہ کیا گیا اور تقریباً تینوں کا ملا جلا تاثر اُسی نچوڑ پر منتج تھا۔ آسام کے مولانا زین العابدین منظری سے رابطہ کیا گیا جو یہاں سے بہت دور ہوتے ہیں اور ان سے بھی اس بابت کوئی مدد ممکن نہ تھی۔ بمبئی، دہلی اور جے پور بھی الگ الگ حیثیتوں کے حامل افراد سے رابطے کیے گئے لیکن کہیں سے کوئی نتیجہ خیز بات نکل کر سامنے نہیں آئی۔

مولانا عبید اللہ خان اعظمی سے بھی فون اور وہاٹس ایپ کے ذریعے رابطے کی کوششیں ہوئیں لیکن کوئی رابطہ نہ ہوسکا اور واپسی میں دوران سفر اُن کا بھی وہاٹس ایپ کے ذریعے یہی مشورہ ملا کہ واپسی میں بھلائی ہے۔

رابطے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ انتظامیہ سے اجازت کے بعد ہی متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا جائے تاکہ خود بھی ہمارے پیش رو وفد کی طرح چپیٹ میں نہ آئیں اور واقعی صورت حال کا مضبوط جائزہ بھی لیا جا سکے جبکہ علاقائی تفصیلات اور رہ نمائی کے لئے علاقے کے افراد کی ضرورت تھی جو پوری نہ ہوسکی۔ یہ تفصیلات اس لئے فراہم کر دی گئی ہیں تاکہ جیسے آئندہ آنے والے وفود کے لیے کچھ خطوط متعین ہوں، ویسے ہی ہماری اس حاضری پر کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ محض آمدن اور رفتن جیسی رسمی خانہ پری کی گئی ہے۔

یہاں کے باشندگان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی دہشت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مولانا صاحب نے، جو تحریک فروغ اسلام کے پیش رو وفد میں رہ نما کی حیثیت سے ساتھ تھے اور مولانا قمر غنی عثمانی صاحب کی گرفتاری کے بعد اُن پر بھی تلوار لٹکی ہوئی ہے اور انتظامیہ نے انھیں کسی سے ملنے ملانے اور باہر نکلنے سے سختی سے روک رکھا ہے، پہلے کئی بار مسلسل فون کرنے کے بعد بھی فون نہیں اٹھایا اور جب مسلسل رابطوں کے بعد ان سے بات ہوئی تو ملنے کے روادار نہ تھے اور ۶ نومبر کو جب چپکے سے ملنے کے لئے تیار ہوئے تو اس میں بھی شرطیں تھیں۔ اس دوران ان کا ہر بار یہی مشورہ تھا کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں، فی الوقت آپ دورے کو ملتوی کر دیں اور آخر کار جب میں نے انھیں یہ خبر دی کہ میں ریٹرن ہو رہا ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے اس تحریر میں اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی فرمائش کی تھی، اس لئے ان کا نام راز سر بستہ۔ ایک اور صاحب جو یہاں سے فاصلے پر دھرما نگر میں اس جگہ رہتے ہیں، جہاں سانحہ پیش آیا ہے، ان کا بھی یہی مشورہ تھا اور وہ بھی مذکورہ مولانا صاحب سے ملاقات پر ٹالتے ہوئے پلہ جھاڑنے کی فراق میں تھے اور ذہنی طور پر ملنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اگر یہاں کے باشندگان باہمت ہوتے تو شاید مولانا عثمانی صاحب کے ساتھ پولیس وہ زیادتی نہ کر پاتی، جس پر وہ اتارو ہے۔ فی الوقت ہمارا کام تحریک فروغ اسلام کی تائید وحمایت ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ گرفتار شدگان کو محفوظ رکھے اور انجام کار کے طور پر بامراد کرے۔

**آخر ایسا کیوں**؟ ہے کہ ان مسلمانوں کے دلوں میں بلا کی دہشت ہے؟ اس سوال کا جواب بہت سادہ ہے کہ یہاں کی اکثر مسلم آبادی اپنے صوبے کی طرح پس ماندہ ہے اور غربت زدہ ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی قوم من جانب اللہ بہت زیادہ باشعور اور حساس نہ ہو تو پھر اس کی غربتوں کے بیچ جہالتوں کا ڈیرہ لازماً ہوا کرتا ہے اور جہالت کسی بھی انسان کو بے باک، بلند ہمت اور اپنے حق کی لڑائی لڑنے والا نہیں بنا سکتی۔ یہ بلند حوصلہ کام تو صرف علم سے ہی ممکن ہے۔ جبکہ تری پورہ کے غریب کلمہ گویان کو نہ صرف یہ کہ دین کی بہت زیادہ سمجھ نہیں بلکہ روزانہ کی مزدوری کے علاوہ عصری تعلیم میں بھی ان کا کوئی خاطر خواہ حصہ نہیں۔ اس لئے اگر ملک کا غیور طبقہ حالیہ فسادات سے سبق حاصل کرتے ہوئے آئندہ ایسے نازک علاقوں کی بقا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ ان علاقوں میں علمی رونق پیدا کرنے کی فکر کرے اور اُن کے لئے باضابطہ تعلیمی بندوبست ہو تاکہ یہ اقل قلیل تعداد متعصب اکثریت کے بیچ بھی باوقار زندگیاں گزار سکے، ورنہ ہر نئے فساد کے موقع پر مسجدوں سے معمولی چندہ مانگ کر اپنا مومنانہ فرض کفایہ ادا کر لینے کا مزاج تو چلتا ہی آیا ہے۔

**یہ فساد کیوں بپا ہوا تھا**؟: سیاسی تجزیہ یہ ہے کہ یہ فساد در اصل گزشتہ دنوں بنگلہ دیش میں وہاں کی اقلیت کے ساتھ ہوئی زیادتیوں کا ردعمل تھا۔ ہرچند کہ بنگلہ دیش حادثے کی بھارت کی اقلیتوں کی طرف سے دل کھول کر مذمت ہوئی اور وہاں کی وزیر اعظم نے بھی مجرموں کے خلاف کارروائی کی یقین دہانی کروائی لیکن یہاں راہل گاندھی کے علاوہ نہ صرف یہ کہ ہمارے وزیر اعظم اور بڑے اقتدار نے کوئی مذمت نہیں کی بلکہ بے تکے بیان دینے میں مشہور خود تری پورہ کے وزیر اعلی نے بھی کچھ نہیں بولا اور پولیس نے مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہوئے حادثات کا اعتراف بھی نہیں کیا اور ہر بار کچھ نہ ہونے کا ڈھونگ رچتی رہی اور اب UAPA کا استحصال کر رہی ہے۔ بنگلہ دیشی حادثے کا بدلہ لینے کے لئے تری پورہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس چھوٹی سی ریاست میں بنگالی مسلمان رہتے ہیں اور یہ بنگلہ دیش کی پڑوسی بھی ہے، جس کا اثر بنگلہ دیش پر ضرور پڑتا ہے جبکہ سیاسی طور پر یہ متعصب پارٹی بھاجپا کے زیر اقتدار ہے، جسے مسلم دشمنی کا فوبیا ہے یا وہ صرف اسلام دشمنی کی سیاست ہی جانتی ہے۔ یہ پورا فساد اُسی ذہنیت کی حامل تنظیم وشو ہندو پریشد کی مرہون منت ہے۔

عینی شاہدین کے مطابق وی ایچ پی کے مسلح غنڈوں نے تری پورہ

پولیس کی موجودگی میں وہ سب کچھ کیا، جس کا رونا رویا جارہا ہے۔ پانچ ضلعوں میں کوئی پندرہ مسجدوں کے ساتھ آگ زنی اور انہدام سمیت چھوٹی بڑی چھیڑ خانیاں، الگ الگ علاقوں میں ٹارگیٹ کر کے مسلم تاجروں کی دکانیں نذر آتش کرنا اور گزرتے ہوئے جہاں موقع ملا آگ زنی اور ہراساں کرنا۔

**بھاجپائی جھنڈے/رنگ:** ہم نے ایئر پورٹ سے ہوٹل اور ہوٹل سے واپس ایئر پورٹ آتے ہوئے کچھ جگہیں ایسی دیکھیں جہاں روڑ کے دونوں طرف بانس کے ڈنڈوں میں بھاجپا کے جھنڈے آویزاں تھے۔ اگر یہ علم برداریاں محض سیاسی نقطہ نظر سے ہوتیں تو کچھ برا نہ تھا لیکن ملک کے موجودہ زہریلے ماحول اور اس پر بھی طرفہ یہ کہ فسادزدہ علاقوں میں یہ مخصوص جھنڈے، کس ذہنیت کی نشانی ہیں، یہ بھارتی سیاست سمجھنے والوں کو بتانے کی ضرورت نہیں۔

**خلاصہ:** اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آپ کی نظر میں تری پورہ کے مسلمانوں کو درپیش اِن مسائل کا حل کیا ہے؟ تو میرا جواب ہوگا۔

(الف) ایسے حالات میں اگر ہمیں سچ مچ تری پورہ کی نازک صورت حال کا حل نکالنا ہے تو قانون کا مضبوط سہارا لے کر قانونی چارہ جوئیاں کرنا ہوں گی، ہمارے لئے یہی واحد راستہ بچتا ہے کیوں کہ اس طرح کے حادثات ہوتے نہیں کروائے جاتے ہیں اور سوچی سمجھی سازشوں اور قانونی دفعات کے استحصال کو قانون کے ذریعے ہی روکا جا سکتا ہے۔ (ب) زندگی اور مشکلات کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہاں کسی حد وقید کی پابندی نہیں البتہ ہزار ہا مسائل کا تنہا حل تعلیم ہو سکتی ہے اور اس علاقے میں بے شک سب سے اہم مسئلہ جہالت ہے اور بے شک اس کا سب سے بہترین حل تعلیم ہے۔ (ج) تری پورہ سمیت بہت سی غریب اور علاقائی زبان بولنے والی چھوٹی ریاستیں وہ ہیں جن پر مغربی اور شمالی ہند کے ان لوگوں کی خاطر خواہ توجہ نہیں ہو پاتی جو اردو دنیا سے وابستہ ہیں اور جن کے پاس مذہب ومسلک کا واقعی یا ایک حد تک شعور ہے۔ اسی طرح ان علاقوں کی ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ ان میں نہ اچھے ادارے پائے جاتے ہیں، نہ کسی خاص شخصیت/مرشد کا اثر پایا جاتا ہے اور نہ ہی ان بے چاروں کا عام طور پر کوئی پرسان حال ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ان علاقوں میں دعوت دین کا احیا کیا جائے اور واقعتاً دعوت وتبلیغ کا مزاج رکھنے والی تنظیمیں/افراد خوش حال علاقوں کی طرح ان علاقوں کو بھی اپنا سافٹ ٹارگیٹ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا اور ہم سب کا ناصر وحامی ہو۔ آمین

☆ چیئرمین تحریک علمائے ہند جے پور (راجستھان)

## نذرِ پاک قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی سید یوسف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفکر نسخہ کیمیا، رہ رَوِ قافلہ، واعظ بے دل، عالم باعمل، ولی صفت، حسن اخلاق کے پیکر، خدمت خلق، بے لوث چشم نم، شیریں گفتار، مجاہدانہ رفتار، خداری عکس اویسی، جلال عکس فاروقی، آپ کے پیروکار مخلوق جنات، معلم معرفت، درس تصوف، ہدایت خداری، نظر فراست، راز دارِ ربانی، حکمت لقمانی، درس حکمت ولایتی، نجیب الطرفین، مولوی حافظ مفتی قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج سید مولوی یوسف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزارِ مقدس محلہ بی بی زئی ہدف نزد بڑے خطبہ کا مخصوص دروازہ شاہ جہاں پور۔ **تاریخ وصال شریف:** ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ بروز بدھ مطابق ۱۷، اکتوبر ۱۹۸۴ء۔

بتاریخ ۱۰ ربیع النور شریف ۱۴۴۳ھ بروز اتوار مطابق ۱۷، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہ جہاں پور میں شمسی تاریخ کے اعتبار سے مولوی صاحب کی ۳۷ ویں سالانہ نذر پاک منعقد کی گئی۔ نذر پاک کا آغاز نائب قاضی حافظ شمو ثقلینی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ حافظ محمد رضوان ثقلینی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ بانیٔ مدرسہ حاجی صاحب نے بتایا کہ مولوی صاحب نے شہر شاہجہاں پور میں ۴۲ سال خدمت دین کی ہے اور عوام الناس کو فیضیاب کیا۔ نذرِ پاک میں شرکاء حضرت الحاج شفیع اللہ منصوری صدر مدرسہ غوث الثقلین، الحاج عبد الحفیظ انصاری ثقلینی منیجر مدرسہ غوث الثقلین، اسلم منصوری ثقلینی، الحاج اسلم انصاری، ارشاد علی ثقلینی، ماسٹر عبد اللطیف ثقلینی، شبو خان ثقلینی، الحاج طارق اسلم ثقلینی، محمد رفیع ثقلینی، محمد شفیع ثقلینی، منا ثقلینی، غلام وارث ثقلینی، حافظ محمد ریحان ثقلینی، حافظ عبد الاحد ثقلینی، حافظ محمد اعظم خاں ثقلینی، حافظ تیمور خاں ثقلینی، حافظ محمد فیضان ثقلینی، فرمان ثقلینی، محمد ساحل، محمد فیضان سعید ثقلینی انجینئر، امام بخش ثقلینی عرف بھیا وغیرہ نے شرکت کی۔

**المعلن:** خانوادہ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج محمد صادقین ثقلینی صاحب 9616809591

اطلاع: مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور، یوپی (الہند)

**فکر فردا**

# بھارت کے ازہری علمائے کرام سے ایک مؤثر گفتگو

**خالد ایوب مصباحی★**

۱۳، ۱۴ نومبر ۲۰۲۱ء کو پرتاپ گڑھ، یوپی کے مشہور قصبہ مدینۃ الاولیاء مانک پور شریف میں واقع جامعہ حنفیہ رضویہ میں دو روزہ فکری ''حنفی سیمینار'' منعقد ہوا، جس میں ملک کے طول و عرض سے کوئی ستر کے آس پاس ازاہرہ (ازہری علمائے کرام) اور دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔ جامعہ حنفیہ رضویہ کے بانی مولانا شاہ نواز ازہری مصباحی جواں سال اور حوصلہ مند عالم دین ہیں جنھوں نے اپنے والد محترم جناب حاجی شبیر صاحب کی ذاتی دولت سے ۲۰۱۵ء میں ادارہ کے لئے زمین خرید کر بنیاد دکھی اور تب سے اب تک تین منزلہ جامعہ حنفیہ رضویہ کی تعمیرات کے علاوہ تعلیمی مستقبل کے عزائم کی تکمیل کے لئے گرد و نواح کی کئی بیگھہ خطہ اراضی کی خرید مکمل کی جا چکی ہے جس پر ایک مسافر خانہ، ایک فیملی کوارٹر، انگلش میڈیم اسکول زیر تعمیر ہیں جبکہ ادارے کے ماتحت بینگلور میں ایک انگلش میڈیم اسکول اور ایک کالج چل رہا ہے۔ بنگال کے مالدہ اور بہار میں بھی دو ادارے چل رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی پرانی خواہش تھی کہ ازاہرہ ہند کی ایک عمومی نشست منعقد ہو جس میں سب سر جوڑ کر بیٹھیں اور دوستانہ ماحول میں ہندی ماحولیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعوت و تبلیغ کی راہوں کے متعلق کیا کچھ بہتر کر سکتے ہیں؟ غور و فکر کریں اور کوئی مضبوط لائحہ عمل مرتب کریں۔ یہ سیمینار دراصل اسی دیرینہ خواہش کی تکمیل تھی۔

سیمینار میں درج ذیل ۷ موضوعات زیر بحث رہے، جن پر تشریف لائے علمائے کرام نے تحریری تقریری انداز میں اپنی آرا پیش کیں:

(۱) **مدرسوں میں منہج تعلیم کا انحطاط:** اسباب و حل (۲) فتنہ ارتداد کا سد باب کیوں کر ممکن ہے؟ (۳) جدید و قدیم تصوف کے مابین ہم آہنگی (۴) تحفظ ناموس رسالت بابت ہماری ذمہ داریاں (۵) اسلامیان ہند پر بڑھتے مظالم کا مسئلہ (٦) مسلم آبادی کے تناسب سے حصہ داری کے امکانات (۷) جامعہ ازہر کی علمی و ادبی خدمات۔

سیمینار میں فقیر خالد ایوب مصباحی کا موضوع فتنہ ارتداد پر گفتگو تھا لیکن خلاف روایت مولانا شاہ نواز صاحب کے حکم پر اپنے ناقص دعوتی و فکری تجربات اور ہندی ماحولیات کے تناظر میں درج ذیل تجزیاتی گفتگو کی، جسے تمام مندوبین نے بے پناہ سراہا۔ بہتوں نے اس کی ریکارڈنگ کا مطالبہ بھی کیا جو اتفاق سے ندارد رہی۔

امید ہے کہ اہل نظر کے لئے یہ نکات مفید ہوں گے:

(الف) **عربک اسپیکنگ سینٹر:** ملک کے طول و عرض میں انگلش اسپیکنگ سینٹر بہت وافر مقدار میں ملتے ہیں لیکن عربک اسپیکنگ سینٹر یا تو ملتے نہیں یا پھر حیدرآباد جیسی جگھوں پر ملتے ہیں تو اُن کی فیس اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ عام مذہبی طبقہ اس کا متحمل نہیں ہو پاتا، کیا ہمارے ازاہرہ اجتماعی یا انفرادی سطح پر بطور خدمت یا برائے ملازمت یہ کارِ خیر نہیں کر سکتے؟

(ب) **ازھر میں داخلے سے پہلے کاؤنسلنگ**

الحمدللہ اب ہمارے یہاں ازہر سے تعلیم حاصل کرنے والے علما کی خاصی تعداد ہو چکی ہے لیکن اسلامیات کے بہت سے شعبہ جات کے بیچ عام طور پر ازاہرہ کا تخصص حدیث، تفسیر، لغۃ عربیۃ، کلیۃ الشریعۃ اور کچھ حد تک کلیۃ الدعوۃ میں نظر آتا ہے جبکہ دیگر اسلامی میدانوں کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے، جتنی ان میدانوں کی اور عقل مندی بھی یہی ہے کہ ملت اسلامیہ کو الگ الگ میدانوں کے ماہرین ملیں۔ چوں کہ ازہر شریف کا ذہن بنانے والا طالب علم روانگی سے پہلے کسی نہ کسی ازہری سے ضرور رائے لیتا ہے، اس لیے ایسا کیا جا سکتا ہے کہ اسے ضرورت اور اجتماعی طور پر پہلے سے طے شدہ پلان کے مطابق ان میدانوں کی رائے دی جائے جن میں ہنوز اختصاص نہیں ہوا، یا جو بھلے کسی ناحیہ سے سہی، ملت کی ضرورت ہوں۔

(ج) **کلیۃ الدعوۃ کی تعلیمات کو عملی شکل دیں:** بھارت ایک کثیر المذاہب ملک ہے جو ہمیشہ داعیان دین کا منتظر رہا ہے اور نفرتوں کے موجودہ ماحول میں یہ انتظار بھی اتنا ہی شدید ہو چکا

ہے، جتنی نفرتوں میں تیزی آئی ہے، اس لئے بہت ضروری ہو چکا ہے کہ کلیۃ الدعوۃ سے تخصص کرنے والے علمائے کرام بھلے کسی ادارے میں بحیثیت مدرس نہ پڑھائیں لیکن جیسے ملت کے ذمہ داران ان کے اخراجات کے کفیل ہوں، ویسے ہی وہ اپنے تخصص کی روشنی میں دعوتی میدان میں ایک مخلص داعی کا عملی اور قانونی کردار ادا کریں اور اس میدان کے نئے افراد بھی تیار کریں تاکہ اس فراموش کردہ سبق کی یاد تازہ ہو اور ملت کے سر سے ایک بڑے قرض کی ادائیگی بھی کیوں کہ عام عقلوں کی یہاں تک رسائی ہو، نہ ہو، ایمان کی یہ ہے کہ موجودہ حالات کی نزاکتیں دراصل دعوت دین کے ترک کا خمیازہ ہیں۔

(د) **ازہری بھی رسمی مقرر؟**: کئی بار ایسے حادثات پیش آجاتے ہیں کہ ہم ازہری ٹائٹل دیکھ کر کسی عالم دین کا خوب صورت اور باوزن تعارف کروا دیتے ہیں لیکن جب وہ تقریر کرتے ہیں تو محض رسمی تقریر ہوتی ہے۔ اس وقت بڑی دل شکنی ہوتی ہے اور امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ کیا ہمیں ہم سے وابستہ کی گئی امیدوں پر پورا نہیں اترنا چاہیے اور کیا اِسی معیار پر قائم رہتے ہوئے پرانی روشوں کی بت شکنی ممکن ہے؟

(ہ) **تقریری احتیاطیں**: ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں تمام علما کے لیے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ تحریروں کی طرح ہی اپنی تقریروں میں بھی بھرپور احتیاطیں برتیں کیوں کہ جیسے تحریر کا حرف حرف محفوظ ہوتا ہے اور دلیل بن سکتا ہے ویسے ہی اب کے دور میں تقریباً تقریریں بھی محفوظ ہوئی جاتی ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ اپنوں اور اپنائیت کی غلط فہمی میں کی گئی خاص گفتگو کب ریکارڈ ہو کر عام ہو جائے۔ علاوہ ازیں اغیار کی اسلام دشمنی نے جو بیداری پیدا کی ہے اس کے نتیجے میں لفظ ''کافر'' کو گالی سمجھا جاتا ہے۔ جنت و جہنم اور حور وغلماں کا تذکرہ بہت احتیاط اور شعور کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اسلامی سزاؤں اور وعیدوں کا ذکر سنبھل کر ہونا چاہیے۔ دوران گفتگو مخاطب طبقے کی نفسیات کو لمحہ بھر ملحوظ نہ رکھنا اُن کے ارتداد و الحاد کا موجب بن سکتا ہے۔ حدیث عرینہ جیسی جو آیات و احادیث عوام/ماڈرن طبقے کے لئے باعث تشویش لگیں یا تو اُن کا ذکر نہ کریں یا پھر معقول لہجے میں مکمل تشفی بھی کریں تاکہ خدا نخواستہ کوئی جاہل غلط نتیجے تک نہ پہنچنے پائے۔

(و) **صرف مفتی کیوں**: یہ ایک دل چسپ بات ہے کہ ازہر سے حدیث، دعوت اور تفسیر میں بھی تخصص کر کے آنے والے تقریباً تمام ازاہرہ یہاں صرف مفتی ہی کہلاتے ہیں، ایسا کیوں؟ ہم مانتے ہیں کہ بھارت میں عمومی طور پر مفتی کے ٹائٹل کو ہی بڑا سمجھا جاتا ہے لیکن یہ ہماری اپنی ذمہ داری بنتی ہے کہ جو مدرسے والے بطورِ مدرس ہمارا انتخاب کریں، ہم ان سے انتخاب کے ساتھ ہی یہ معاہدہ بھی کریں کہ وہ ہمارے میدان سے متعلق شعبے میں ہی ہمارا انتخاب کریں یا، اگر پہلے سے ان کے ہاں وہ شعبہ نہ ہو تو اب اس نئے شعبے کا آغاز کریں تاکہ نہ ہمیں اپنے تخصص اور ضمیر سے سمجھوتہ کرنا پڑے اور قوم بھی ایک نئے میدان سے محروم نہ رہے۔

(ز) **پر تکلف انگلش/اردو**: زبان و بیان کے سلسلے میں بھارت کے معروف اور بزرگ عالم ربانی استاذ گرامی علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ بہت محتاط واقع ہوئے ہیں۔ املا کی معمولی چوک بھی برداشت نہیں فرماتے اور الحمد للہ خود کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان استعمال فرماتے ہیں۔ دراصل یہی اصول ہم سب کو بھی اپنانا چاہیے۔ ہم نے ابھی اور ازیں قبل بھی عام طور پر ازاہرہ کی گفتگو میں یہ نوٹ کیا ہے کہ وہ اردو کے بیچ بغاوت کے لئے **ثورہ** اور ہال کے لئے **قاعۃ** جیسے الفاظ بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اب یہ عام چلن ہو گیا ہے کہ اردو کے بیچ پر تکلف انگریزی الفاظ لے آنا گویا بہتر سمجھا جاتا ہے جبکہ لسانی نقطہ نظر سے یہ عیب ہے۔ موبائل اور فون جیسے وہ الفاظ جن کا اردو میں کوئی متبادل نہیں یا متبادل تو ہے لیکن بجائے خود وہ غیر مانوس یا پر تکلف ہے، ان کی جگہ کسی بھی زبان کا مستعمل اور مانوس لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہی توسع اردو کی خوب صورتی ہے لیکن اس توسع کے ساتھ جیسے تکلف ہوگا، اسلوب غیر فصیح مانا جائے گا۔

(ح) **لٹریچر کو نئے پلیٹ فارمز دیں**: ایک زمانہ تھا جب کتابیں لکھنا، پھر چھاپنا اور پھر اُن کی ترسیل یا فروخت کے کام مشکل ہوا کرتے تھے لیکن آج ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے ان مشکل کاموں کو نہ صرف یہ کہ بہت آسان کر دیا ہے بلکہ اچھے روزگار میں بھی بدل دیا ہے۔ کنڈل معروف تجارتی سائٹ امیزن کا ڈیجیٹل کتابی پلیٹ فارم ہے جو کتابوں کی تزئین، فروخت اور تشہیر وغیرہ کے تمام کام خود انجام دیتا ہے اور مصنف کو طے شدہ کمیشن کے بعد معقول معاوضہ بھی دیتا ہے۔ کچھ ماہ قبل میں نے دیکھا کہ اس پلیٹ فارم پر اسلامی کتابوں کے خانے میں بڑی تعداد میں وہ کتابیں ہیں جو طارق فتح جیسے اسلام دشمنوں

نے لکھی ہیں۔ گویا علما کے اپڈیٹ نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ دین کا وہ کام نہیں ہو پا رہا ہے جو ہونا چاہیے بلکہ وہ ایک بڑے روزگار سے بھی محروم ہو رہے ہیں اور اسلام کے مطالعے کا شوق رکھنے والوں تک وہ اسلامی لٹریچر بھی نہیں پہنچا پا رہے ہیں، جو پہنچانا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسے پلیٹ فارمز کا بھرپور استعمال کریں اور ان کے مطابق لٹریچر تیار کرکے دنیا کو بہم پہنچائیں تاکہ دعوت وتبلیغ کا کام اس انداز سے آگے بڑھے، جس انداز سے بڑھنا چاہیے۔

(ط) **انداز تحریر بدلیں:** لکھنے والوں کے لئے عصر حاضر میں اس بات کا بھی خیال ضروری ہے کہ وہ اب ایک حد تک انداز تحریر بدلیں مثلا طول طویل تمہیدیں، لمبی چوڑی تقریظیں، بہت زیادہ تاثرات، گنجلک جملے، جدید املا کی رعایت نہ کرنا، جملوں کو ادھورا چھوڑ دینا، مترادفات کی کثرت اور چھوٹے مضمون کی تطویل جیسے عناصر بھلے تحریر کی ضخامت بڑھا دیتے ہوں لیکن مقصدیت اس ناحیے سے فوت ہو جاتی ہے کہ ایسی تحریریں قارئین کی میز پر جگہ نہیں حاصل کر پاتیں۔

(ی) **ٹویٹر پر آئیں:** حساس اور متحرک علما کے لئے ضروری ہے کہ وہ عصر جدید میں بڑے لیول تک اپنی باتیں پہنچانے، اپنا واجبی حق حاصل کرنے اور اپنے حقوق کی لڑائی لڑنے یا اپنا کوئی احتجاج درج کروانے کے لئے ٹویٹر کا استعمال کریں۔ ٹویٹر محض ایک سوشل سائٹ یا تضیع اوقات کا ذریعہ نہیں بلکہ دراصل ایک مشن کی چیز ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ الحمدللہ روشن مستقبل ٹیم کی معرفت پہلے کے مقابل اب علما کی خاصی تعداد یہاں موجود ہے اور بہت اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

(ک) **پہلے ٹریننگ، پھر کام:** بارہا ہماری تنظیمیں فیل ہو جاتی ہیں اور ہمارے ادارے ناکام ہو جاتے ہیں کیوں کہ ہم آرگنائزیشنل سائنس اور مینجمنٹ کے اصولوں کے مطابق کام نہیں کر پاتے، اس لئے جو بھی شخص تنظیمی یا ادارتی کام کرتا ہو یا کرنا چاہتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کام کا آغاز کرنے سے پہلے اس کام سے متعلق تمام لازمی امور کی ٹریننگ حاصل کرلے تاکہ ناکامی کے چانسیز کم سے کم ہوں اور کام یابی کی امیدیں بڑھ جائیں۔

(ل) **پی ڈی کلاسیز:** کئی بار بڑی باوزن شخصیات معمولی غلطیوں کی وجہ سے دھڑام ہو جاتی ہیں۔ بارہا وہ غلطیاں گردن زدنی بھی نہیں ہوتیں لیکن بہرحال وقار مجروح کرنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم پرسنلٹی ڈیولپمنٹ کلاسیز جوائن کرکے اپنی شخصیت کو جتنا بہتر اور برتر بنا سکتے ہوں، بنانے میں ہرگز کوتاہی سے کام نہ لیں کیوں کہ عزت سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہ کلاسیز اس کے لئے ایک اہم زینے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(م) **اقلیتوں سے ربط:** علما قائد ہوتے ہیں اور بحیثیت قائد اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملک کے سیاسی پیچ وخم کو ٹھیک سے سمجھتے ہوں۔ ہمارے عہد کی عمومی سیاست بلاتفریق ریاست اس بات کی متقاضی ہے کہ ملک کی تمام اقلیتوں سے ہمارے رابطے غایت درجہ مضبوط ہوں تاکہ جیسے مظلوم طبقات کو ہماری پشت پناہی سے قوت ملے، ویسے ہی ان کی کثرت تعداد سے ہماری قلت کو حوصلہ ملے۔

(ن) **سیاسی قوت بڑھائیں:** ہمارے عہد میں یہ بھی ناگزیر ہو چکا ہے کہ جمہوریت کی مسموم ہواؤں کے بیچ ہم اپنی سیاسی طاقت کو جتنا مضبوط بنا سکتے ہوں، بنائیں کیوں کہ جمہوریت میں عام طور پر اور ہمارے ملک کی موجودہ نفرت انگیز فضاؤں کے بیچ خاص طور پر ایک مضبوط سیاسی قوت کے بنا باوقار زندگی گزار پانا ممکن نہیں۔

☆☆☆

☆ چیئرمین تحریک علمائے ہند، جے پور (راجستھان)

9828049081

ہمارا بھارت

# آخر یہ مظاہرے اور بند کب تک؟

محمد زاھد علی مرکزی★

کہتے ہیں کہ جب حکومت بیساکھی کے سہارے ہو تو بہت سے لنگڑے بہادر بن جاتے ہیں، مہاراشٹرا حکومت بھی کئی بیساکھیوں کے ذریعے کھڑی ہے اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں سہارا بنی ہوئی ہیں، برسر اقتدار پارٹی شوسینا کی آئیڈیالوجی بی جے پی سے جدا نہیں، یونہی کانگریس اور شرد پوار کی نیشنل کانگریس کی آئیڈیالوجی شوسینا سے میل نہیں کھاتی، لیکن سیاست میں مفاد ہی سب سے اہم ہوتا ہے جو شوسینا کو مل رہا ہے اس لئے آئیڈیالوجی میں قدرے نرمی ہے یا یوں کہہ لیں کہ جب گھی سیدھی انگلی سے نکل رہا ہو تو انگلی ٹیڑھی کرنے کی کیا ضرورت ہے، کسی وجہ سے اگر آج حکومت گر جائے تو آپ شوسینا اور بی جے پی کو ہاتھ ملاتے ہوئے دیکھیں گے، کیونکہ سیاست میں ہمیشہ کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ دشمن، انھیں جہاں مفاد دِکھے گا وہاں ساتھ ہوں گے۔

ویسے تو بھارت کی سیاست میں ہم نے بہت سے مفاد والے گٹھ جوڑ دیکھے ہیں لیکن حالیہ سالوں کے دو گٹھ جوڑ یادگار ہیں پہلا گٹھ بندھن ایسا بھاری پڑا کہ صوبے کی تقدیر ہی بدل گئی یہ صوبہ ہے "کشمیر" سیاسی جماعتوں کو یہ گٹھ بندھن بہت کچھ سبق دیتا ہے، جب سیاسی مفاد کے لئے کشمیر میں محبوبہ مفتی نے اپنی آئیڈیالوجی کے خلاف جاتے ہوئے بی جے پی سے گٹھ بندھن کیا تو اُس وقت کسی کے خواب و خیال میں بھی آرٹیکل ۳۷۰ ہٹانے اور کشمیری سیاست کو معطل کرنے کا وہم بھی نہ گزرا ہوگا، کاش! کشمیری جماعتیں آپس میں مل کر حکومت بناتیں تو شاید اتنا آسان نہ ہوتا لیکن یہ دنیا ہے یہاں کئی دفعہ کنواں کھودنے والا ہی کنویں میں گر جاتا ہے، جس طرح بی جے پی نے چال چل کر اپنے آپ کو کشمیر میں مضبوط کیا ٹھیک اسی کا بدلہ بی جے پی کو شیو سینا نے مہاراشٹرا میں دے دیا، تقریباً تین دہائیوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور وزیر اعلیٰ کی کرسی کے لیے شوسینا بی جے پی چھوڑ گئی۔

آج مہاراشٹرا میں شوسینا کی حکومت ہے اور وہاں تریپورہ میں ہوئے فسادات اور آقا علیہ السلام کی گستاخیوں پر احتجاجی مظاہرے اور ممبئی بند کی کال دی گئی تھی، مہاراشٹر کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر علاقوں میں بھی احتجاج درج کرایا گیا اور ممبئی میں بند کا کافی اثر رہا۔ رضا اکیڈمی کے سربراہ محمد سعید نوری صاحب اور ممبئی و اطراف کے علمائے اہل سنت جن کی مشترکہ کاوشوں سے یہ بند بلایا گیا تھا، اس میں شام ہوتے ہوتے مہاراشٹر کے تین شہروں سے نازیبا خبریں گردش کر رہی ہیں، اتر پردیش کے آگرہ سے بھی مسلم دوکانوں میں لوٹ پاٹ کی خبریں ہیں، اے بی پی نیوز کے مطابق احتجاجی جلوس کے دوران مہاراشٹرا کے تین مشہور شہر ناندیڑ، امراوتی اور مالیگاؤں سے جلوس میں پتھراؤ کی خبریں ہیں وہیں ناندیڑ کے ایس پی صاحب کا ٹویٹ بھی اس کی توثیق کرتا ہے کہ شہر میں تین چار جگہوں پر پتھراؤ ہوا ہے۔

### کیا گستاخیوں کا حل مظاہرے ہیں؟

عالی جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب اور دیگر حضرات کی نیتوں میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا (اللہ اُن سب کی عمریں دراز اور کاوشیں قبول فرمائے) لیکن کیا ہم دھرنا کر کے، بھیڑ دِکھا کر کچھ اثر ڈال سکتے ہیں؟ کیا اِس سے یہ گستاخیاں رک جائیں گی؟ کیا کسانوں کے احتجاج کی ناکامی اور قریب چھ سو کسانوں کی جان جانے کے بعد بھی ہمیں ابھی احتجاج کی ضرورت ہے؟ اگر اِن سوالوں کے جواب ہم جانتے ہیں اور یقینا جانتے ہیں تو عوام اہل سنت کو اس سخت ماحول میں آزمائش میں ڈالنا درست ہے؟ جب مظاہرے بے اثر ہو چکے ہوں، پارلیمنٹ میں قوانین آپ کے خلاف آسانی سے بن رہے ہوں اور گستاخ نرسمہا نند اور ملعون وسیم جیسے لوگ ہزاروں ایف آئی آر کے بعد بھی آزاد ہوں، جہاں دنگائی بھیڑ جے سی بی مشین لے کر چلتی ہو اور پولیس ساتھ میں نعرے لگا رہی ہو، ایسی جگہوں پر آپ کے مظاہروں سے کیا ہونے والا ہے؟ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تریپورا کے دنگائی آزاد ہیں اور ہماری جماعت کے جناب قمر غنی عثمانی صاحب صرف اس لئے جیل میں ہیں کیونکہ وہ متاثرین سے مل کر دنیا کو اصل حالات سے آگاہ کرنا چاہ رہے تھے، جہاں ساری سیاسی جماعتیں آپ کا نام لینے سے ڈرتی ہوں اس وقت مجھے نہیں لگتا کہ ان

احتجاجی مظاہروں سے کچھ ہونے والا ہے۔

**احتجاج کے نقصانات:** عام طور پر ہم ایک بڑی بھیڑ جمع کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک بڑا کام کیا ہے، کبھی آپ نے اس طرف توجہ کی ہے کہ آپ کو احتجاج کا پرمیشن کیوں دیا جاتا ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جمہوری قوانین اس کی اجازت دیتے ہیں اس لئے پرمیشن ملتا ہے، لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو احتجاج کی اجازت اس لئے بھی دی جاتی ہو تا کہ آپ کے سرخیل افراد کو ڈرایا جاسکے، ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ مظاہرے کریں اور کسی بھی قسم کی بدامنی نہ ہو، یہ مسلمانوں سے ممکن ہے لیکن اسی احتجاج میں چند عناصر ایسے شامل کر دیے جاتے ہیں جو ہلکا پھلکا غلط کام کر دیتے ہیں، کل کے احتجاج کے بعد نیوز اینکرس اپنے کام میں لگ گئے ہیں ملک کے مختلف علاقوں سے اس بند کے خلاف اکثریتی طبقے کو مشتعل کیا جارہا ہے اور آج بی جے پی نے بند بلایا ہے، سی سی ٹی وی کے ذریعے ان نوجوانوں کی پہچان کی جارہی ہے جنھوں نے دوکانوں پر پتھراؤ کیا ہے، مہاراشٹر کے تینوں شہروں میں حالات نازک بنے ہوئے ہیں اور آج کے بی جے پی کے بند کے اعلان سے دیکھیے کیا ہوتا ہے، اگر مزید حالات خراب ہوتے ہیں تو پریشانیاں بھی بڑھ جائیں گی۔

ظاہر ہے ایسے کسی کام کی ساری ذمہ داری بند بلانے والے پر ڈال دی جاتی ہے، پھر پولیس حرکت میں آتی ہے اور آپ پر مقدمہ ہوتا ہے اور یہ مقدمہ حکومت کی شہ پر ہوتا ہے، حکومت کو اس کے کافی فائدے ہوتے ہیں، مقدمہ لگنے کے بعد بندہ بڑے لیڈران کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور وہ آپ کو بچا لیتے ہیں، نتیجہ آپ سے الیکشن کے وقت اپنی حمایت کا اعلان کروا لیتے ہیں، اگر آپ اس سے دور رہنا چاہتے ہیں تو انھیں مقدموں میں تیزی لا کر گرفتاری کرادی جاتی ہے۔ طرح طرح سے پریشان کیا جاتا ہے، اب آپ یا تو حکومت کے کارندے بن جائیے یا پھر جیل کی ہوا کھائیے، بہر صورت حکومت کا فائدہ ہے، پہلی صورت میں حکومت غیر مسلموں کو آپ کا ڈر دکھا کر ووٹ لے لے گی، دوسری صورت میں آپ کی صورت دکھا کر ووٹ لے لے گی، آپ کو یا آپ کی قوم کو کیا ملا؟

یاد رہے کہ احتجاج صرف وہی کامیاب ہوتے ہیں جن میں حکومت کو جھکانے کی خوبی ہو، ورنہ حکومت کے سامنے ان کی حیثیت مذہبی جلوس سے زیادہ کی نہیں ہوتی، تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے مسلمانوں کے احتجاجات سے کبھی کوئی لیڈر نہیں بنا جب کہ غیر مسلموں کے مظاہروں سے کنہیا، کیجریوال، ہاردک پٹیل جیسے سیکڑوں لیڈر بنے ہیں۔

**اگر کرنا ہے تو یہ کریں:** دلت لیڈر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ’’میں اتنا پڑھ لکھ کر بھی انڈیا کی سیاست میں اس لئے گیا کیونکہ یہاں سیاست کے بغیر میں اپنی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا‘‘ دنیا نے دیکھا کہ سیاست میں آکر انھوں نے اپنی قوم کو فرش سے عرش پر پہنچا دیا۔ جمہوری نظام میں اصل کام ہے سیاسی طاقت حاصل کرنا اور اس پر ہم آنکھ بند کر کے بیٹھے ہیں، جتنی محنت ہم بھیڑ جمع کرنے میں لگاتے ہیں اگر اس کا دسواں حصہ مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں لگا دیں تو حکومتیں آپ کے بغیر ایک منٹ نہ چل سکیں گی۔

یہی عشق رسالت کا جذبہ اس وقت تک بیدار رکھیے جب تک الیکشن نہ آجائے اور پھر پوری قوت کے ساتھ خاموشی سے میدان میں آجائیں، ایک بار آپ سیاسی طاقت بن گئے تو ایسی بیساکھی والی سرکاروں کو جب چاہیں تب گرا بھی سکتے ہیں اور اپنی بات منوا بھی سکتے ہیں، آج آپ ناموس رسالت پر قانون بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اس پر کوئی کان دھرنے کو تیار نہیں، اگر آپ حکومت میں ہوں تو یہ قانون لانا مجبوری ہوگی۔ سیاست اصل ہے باقی سب فرع، جب تک اصل پر کام نہیں ہوگا، فرع کی فرح اگر حاصل بھی ہوئی تو وقتی ہی ہوگی۔ جب تک آپ لوک سبھا اور راجیہ سبھا نہیں پہنچیں گے لیڈر حضرات کے ساتھ ملاقات کی تصویری جھلکیاں ہی لے سکتے ہیں بقیہ کچھ نہیں اور اس سیلفی کی قیمت پوری قوم چکاتی رہے گی۔

بھارتی سیاست میں ہر اس قوم کو حق مل رہا ہے جس کی اپنی قیادت ہے اور ہر وہ قوم پریشان ہے جس کی اپنی قیادت نہیں، ہم لاکھوں کی اسی بھیڑ کو اگر ووٹ کی شکل میں تبدیل کرلیں تو یقین جانیے آپ وہ سب کچھ کر سکیں گے جو اور لوگ کر سکتے ہیں، آج ہمارے لوگ اگر جلسوں، عرسوں میں اپنے اپنے معتقدین کو یہ سمجھانے لگیں کہ آپ کو خاموشی سے اپنی قیادت کی طرف توجہ دینا ہے تبھی آپ کی جان، مال، عزت، آبرو، مذہب سلامت رہ سکتا ہے تو کل ہی ایک بڑا بدلاؤ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ کچھ بھی ہو جائیں اگر جمہوری ملک میں آپ نے سیاسی طاقت نہیں بنائی تو آپ کی کوئی حیثیت نہیں۔

نوٹ: یہ میری ذاتی رائے آپ کو اختلاف کا پورا حق حاصل ہے۔

☆ کالپی شریف، چیئرمین تحریک علمائے بندیل کھنڈ

بزم ادب

# حضرت سید علی حسن احسنؔ مارہروی

حامد علی گلبرگی★

خانوادۂ سادات بلگرام کی شہرت ومقبولیت اور مقام ومرتبہ شہرۂ آفاق ہے۔اورنگ زیب کے زمانے میں سید شاہ برکت اللہ معروف بہ صاحب البرکات قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں تشریف لائے اور رشدو ہدایت، تعلیم وتبلیغ ،دعوت واصلاح اور خدمت خلق کے لئے خانقاہ قائم کی جوصدیاں گذرنے کے بعد آج بھی سرکار خورد کے نام سے مارہرہ میں موجود ہے۔یہی بزرگ جناب احسنؔ مارہروی کے جداعلیٰ ہیں۔ احسنؔ مارہروی کا اصل نام علی سید علی حسن ہے۔شاہ میاں کے لقب سے معروف تھے۔ان کی پیدائش مارہرہ شریف میں ۱۰؍نومبر ۱۸۷۶ء مطابق ۲۲؍شوال ۱۲۹۲ھ کو ہوئی ۔احسنؔ مارہروی کے والد گرامی کا نام نامی سید مجتبیٰ حسین ہے۔سادات بلگرام کی یہ شاخ اپنی خاندانی روایت اور سماجی ومعاشرتی رکھ رکھاؤ اور خالص مذہبی شناخت کی بنیاد پر نہایت معزز ومحترم تھی۔اس لئے جناب احسنؔ کی تعلیم خالص خانقاہی، مذہبی اور دینی ماحول میں ہوئی۔قرآن کریم حفظ کیا اور دینی تعلیم لی۔اسی دوران ان کے والد گرامی جو سفر حرمین شریفین اور مناسک حج کی ادائیگی کے لئے مکۃ المکرمہ تشریف لے گئے تھے، واپسی میں بمبئی پہنچ کر انتقال ہوگیا۔

قصبہ مارہرہ صدیوں سے علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔تمام بستی کا ماحول اوراس کی فضا شعروسخن کے لئے بڑی سازگار تھی۔احسن صاحب کو بھی شاعری سے فطری لگاؤ تھالیکن چونکہ وہ ایک خالص مذہبی اور خانقاہی سلسلے سے منسلک تھے نیز اپنے والد کی موجودگی کے سبب اس طرف قدم بڑھانے سے جھجھک محسوس کرتے تھے۔۱۸۹۴ء میں احسن مارہروی نے بذات خود حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔جب واپس آئے تو ان کے اندر کا شاعر ہمکنے لگے اور انہوں نے بذریعہ خط وکتابت حضرت داغؔ سے رہ ورسم قائم کی اور جب آتش شوق اور بھڑکی اور استاذ کی صحبت فیض کی کشش نے ابھارا تو احسنؔ مارہروی حضرت داغؔ کے پاس تشریف لے گئے۔

داغؔ اُن دنوں ریاست حیدرآباد کو اپنے علم وفن سے سیراب کررہے تھے۔۱۸۹۷ء میں احسنؔ حیدرآباد پہنچے اور شرف ملازمت حاصل کیا۔حیدرآباد کے محلہ دارالشفاء میں کرایہ کے مکان میں رہ کر استاذ سے استفادہ کرنے لگے۔کچھ دوڈھائی سالوں کے بعد احسن حضرت داغؔ کے بنگلے کے قریب محبوب گنج سے متصل ایک دوسرا کمرہ کرایہ پر لے کر قیام پذیر ہوئے۔حیدرآباد میں احسنؔ کے قیام کی مدت لگ بھگ ۸؍سال ہے۔کچھ عرصہ ان کا قیام لاہور میں بھی رہا۔وہاں انہوں نے 'خم خانۂ جاوید' جلد اول جولالہ سری رام مرتب ومدون کررہے تھے،اس میں ان کی انہوں نے مدد کی۔

حضرت احسنؔ کی زندگی کا کامیاب سرگرم اور آخری زمانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اردو میں گذرا۔۱۹۲۱ء میں وہ شعبہ سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۳۸ء تک سرگرمی کے ساتھ علم وادب اور فکروفن کی آبیاری کرتے رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے دوسال بعد ۳۰؍اگست ۱۹۴۰ء کو اس دارِ فانی سے دارالبقاء کی جانب وہ رخصت ہوئے۔مرض وعلالت اور وفات کی تفصیلات طفیل احمد کے قلم سے یوں معرض تحریر میں آئی ہیں۔طفیل احمد لکھتے ہیں:

'جولائی ۱۹۴۰ء میں کل ہند اردو کانفرنس میں بمقام بریلی تشریف لے گئے تھے۔وہاں سے واپسی پر چند پھنسیاں نمودار ہوئیں۔ان میں سے ایک نے زیادہ تکلیف دی جو بڑھ کر کاربنکل ہوئی۔۶؍اگست کو اپنے بڑے صاحبزادے سید محمد احسن بی اے اسسٹنٹ رجسٹرار کے پاس بغرض علاج تشریف لائے جہاں ۱۷؍اگست تک حکیم شبیر احمد صاحب کے مشورے سے جڑی بوٹی کا علاج ہوتا رہا۔تخفیف نہ ہونے پر ۱۸؍اگست کو ان کے منجھلے صاحب زادے سید سعید احسن نے انہیں ان کے سنجھلے صاحب زادے ڈاکٹر سید انعام احسن ایم بی بی ایس کے پاس پٹنہ پہنچادیا۔ وہاں میڈیکل کالج میں ۲۲؍اگست کو پھوڑے پر بجلی کے ذریعے عمل جراحی کیا گیا۔۲۸؍اگست تک حالت قابل اطمینان رہی کہ ۲۹ کو یکا یک گردوں نے اپنا فعل چھوڑ دیا اور اسہال کبدی شروع ہوگئے۔میڈیکل

کالج کے قابل ترین ڈاکٹروں اور استاذوں نے امکانی تدابیر اختیار کیں۔ مگر بقول میرؔ: ''الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا'' اور ۳۰/اگست ۱۹۴۰ء ۲۵/رجب المرجب ۱۳۵۹ھ بروز جمعہ بوقت شام ۶/بجے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کیں۔''

احسنؔ مارہروی بذات خود علمی وادبی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ حضرت داغؔ کی صحبت وتربیت نے ان کے فکروفن کے نکھار نے میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ داغؔ کی جو خصوصیات تھیں وہ خصوصیات ان کے شاگردوں میں بھی منتقل ہوئیں۔ حضرت احسنؔ نے بھی اپنے استاذ کے رنگ کو اپنے فکروفن پر چڑھانے کی کامیاب کوشش کی اور تلامذۂ داغؔ میں ایک منفرد مقام بنایا۔ حضرت احسنؔ کو تحریر وقلم سے بھی خاصا شغف تھا۔ اپنے استاذ کے ایماء پر انہوں نے 'فصیح اللغات' کی تیاری بھی شروع کی تھی تاکہ داغؔ کی زبان، اسلوب اور خصوصیات وامتیاز کو زیادہ سے زیادہ فروغ ملے لیکن یہ لغت تشنہ تکمیل رہی کہ اسی دوران حضرت داغؔ اپنے چاہنے والوں کے ایک عظیم جہان کو داغ مفارقت دے گئے ورنہ اگر یہ لغت تیار ہوتی تو یقیناً اس کا شمار اہم لغات میں ہوتا۔

شعروسخن کے علاوہ حضرت احسنؔ مارہروی کو خوش نویسی سے بھی خصوصی تعلق تھا۔ کشتی سے بھی دلچسپی تھی۔ منکسر المزاج اور متواضع مزاج وطبیعت کے حامل حضرت احسنؔ مارہروی جامع کمالات تھے۔ ان کے اوصاف وامتیازات اُنہی کے ایک شعر سے یوں عیاں ہے کہ

احسنؔ مرحوم سے ہم بھی ملے تھے ایک دن
آدمی خوش وضع خوش اوقات خوش پوشاک تھا

حضرت احسنؔ مارہروی کی یادگار اور باقیات الصالحات میں ان کی صلبی اولاد کے علاوہ کثیر تعداد میں ان کے تلامذہ بھی ہیں اور اُن کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ نظم ونثر میں ان کی لکھی ہوئی کتابوں اور تصانیف کی ایک نامکمل فہرست یہ ہے:

(۱) جلوۂ داغؔ (سوانح عمری داغؔ) (۲) کلیاتِ ولی دکنی (ترتیب وتدوین) (۳) کسوف الشمسین (مرثیہ شبلی وحالیؔ) (۴) اردو لشکر (نظم) (۵) نمونۂ منثورات (تاریخ نثر اردو) (۶) کارنامۂ غم (رباعیات وسلام) (۷) انشائے داغؔ (مکاتبِ داغ) (۸) شاہکارِ عثمانی (نظام دکن کی فارسی نثر کا اردو ترجمہ) (۹) منتخب داغؔ (انتخابِ کلامِ مرزا داغؔ) (۱۰) احسن الکلام (مجموعۂ کلام) (۱۱) گلدستۂ ریاضِ سخن (ریاضِ خلیل) اور اس کے علاوہ رسالہ 'فصیح الملک' کے متعدد شمارے جو ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۰ء کے دورانیہ میں نکلے۔

حضرت احسنؔ مارہروی یوں تو ہمہ وصف اور ہمہ کمالات شخصیت کے مالک تھے اور شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کی تھی مگر اصلاً ان کی طبیعت کا میلان اور رجحان غزل ہی کی طرف تھا اور اسی میں ان کا جوہر کھلتا تھا۔ داغؔ اسکول کا جو اختصاص وامتیاز تھا وہ احسنؔ مارہروی کے کلام میں بخوبی جھلکتا تھا کیونکہ احسنؔ مارہروی نے اپنے استاذ کے اسلوب کی کامل پیروی کی تھی۔ باوجود اس کے کہ استاذ داغؔ کے کلام میں جو کبھی کہیں چونچلے پن یا سطحیت ہے احسنؔ مارہروی کا کلام اس سے کسی حد تک پاک ہے۔ یہ ان کی گھریلو اور خاندانی تربیت کا اثر تھا۔

جوش ملسیانیؔ نے اِس سلسلے میں اس طرح تبصرہ کیا ہے:

''ان (احسنؔ مارہروی) کے یہاں وہ چونچلے نظر نہیں آتے جو حضرت داغؔ کی خداداد شوخ طبعی کا حصہ تھے۔''

حضرت احسنؔ مارہروی کی بوقلموں شخصیت اور گناگوں فکروفن پر ارباب وعلم ودانش نے جو رائے قائم کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ:

'آپ (احسنؔ مارہروی) ان بزرگانِ ادب میں سے تھے، جن کی تمام عمر ادب کی خدمت میں صرف ہوئی۔ شعر میں آپ کا رنگ کلاسیکل، لطافت اور مضمون آفرینی کی نفاست کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ آپ منکسر المزاج اور شریف النفس واقع ہوئے تھے۔''

پروفیسر ضیا احمد بدایونی کے خیال میں حضرت احسنؔ مارہروی کا جو شخصی تخیل اور فکری مرقع تھا، درج ذیل عبارت میں اس طرح لکھتے ہیں:

''مرحوم (احسنؔ مارہروی) جتنے بڑے شاعر تھے، اس سے بڑے انشا پرداز تھے اور اردو کی خدمت کے سلسلے میں انہوں نے جوانی کے عہد سے زندگی کے آخری لمحوں تک یعنی تقریباً نصف صدی تک جو کام کئے، ان کے لحاظ سے ان کو، فنافی الاردو، کہنا بالکل بجا ہے'۔

معروف ادیب وناقد اور انشا پرداز اور مزاح نگار پروفیسر رشید احمد صدیقی جو حضرت احسنؔ مارہروی کے رفیقِ شعبہ بھی تھے، ان کے وصال پر ملال پر صدیقی صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان سے بھی حضرت احسنؔ مارہروی کی ذات اور ان کے فکروفن کے مقام ومرتبے پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ رشید احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

'مولانا (احسنؔ مارہروی) قدیم مسلکِ شاعری کے پیرو تھے۔ زبان کی صحت کا بڑا لحاظ رکھتے تھے اور شاعری کے ان لوازم کی پوری پابندی کرتے تھے جو اُن کے پیش روروں سے ان تک پہنچی تھیں۔ بایں ہمہ وہ ادب وشاعری کے جدید اسالیب اور جدید تصوارت سے بیگانہ تھے، نہ بیزار۔ علمی باتوں بالخصوص زبان وبیان کے مسائل کو منقح کرنے کے بڑے دلدادہ تھے۔ جو استفسارات باہر سے شعبہ اردو میں آتے، ان پر مرحوم کا محکمہ بڑے معرکے کا ہوتا۔ وہ اس قسم کی بحث میں لفاظی کو دخل نہ دیتے بلکہ بڑے مستند دلائل اور حوالے پیش کرتے۔ اکثر استفسارات کرنے والے بعد میں لکھتے کہ مولانا مرحوم ہی کا فیصلہ قول فیصل قرار دیا گیا۔

ان کے خلوص اور شگفتگی کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص مرحوم کی باتوں سے اپنی اپنی جگہ لطف اندوز ہوتا تھا۔ بوڑھوں میں وہ ایسے نظر آتے تھے، جیسے بوڑھے خود ان کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ نوجوانوں میں جوان اور بچوں میں ایسے معلوم ہوتے، جیسے ان سے زیادہ دلچسپ کوئی اور نہیں لیکن ایک چیز ایسی تھی، جس کی ان کو تاب نہ تھی یعنی زبان یا شاعری کے اسقام۔ کہتے تھے، زبان کی غلط کیسے سن لوں۔ ساری عمر اسی میں گذاری۔ زبان وبیان میں کہیں کوئی سخن دیکھ یا سن پاتا ہوں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا۔''

بات تشنہ نہ رہ جائے۔ احسنؔ مارہروی کے چند اشعار بطور نمونہ اور ضیافت طبع کے لئے نقل کیے جاتے ہیں:

قطرۂ خون تمنّا ہے کہ نیرنگ نظر
بہہ گیا تو اشک ٹھہرا جم گیا تو دل ہوا

شمع گھل گھل کر دیا کرتی ہے شعلے کو فروغ
سوز ہے مظلوم کا ظالم کا سازِ زندگی

پھیلا ہوا ہوا میں ہے دامانِ یار کی
ورنہ بساط کیا مرے مُشتِ غبار کی

پھنس کے دامِ عشق میں کیوں سب سے نادانی ہوئی
میں تو دیوانہ تھا کیا دنیا بھی دیوانی ہوئی

ایک دل ، صدہا تمنّائیں ہزاروں حسرتیں
میزباں گھبرا گیا ہے اتنے مہماں دیکھ کر

جن ہستیوں میں کوئی تعارف نہ تھا انہیں
جذباتِ حسن وعشق نے یک دل بنا دیا

آغازِ سوزِ الفت تھا شمع کی زباں پر
انجامِ عشق خاکِ پروانہ کہہ رہی ہے

روک لے اے ضبط جو آنسو کہ چشم تر میں ہے
کچھ نہیں بگڑا ابھی تک گھر کی دولت گھر میں ہے

کانٹوں نے لیا وسعت اخلاق سے مجھ کو
گھبرا کے جو میں جانب صحرا نکل آیا

☆☆☆

شعبۂ اردو وفارسی، گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ۔ 9242377786

# بزم سخن

## نعت شریف

رحمت کا ہے نزول لقد جاء کم رسول
فرحِ دلِ ملول لقد جاء کم رسول

تنویر قلب و روح بکف قولِ جآءَ نُور
افزائش عقول لقد جاء کم رسول

تشریف لم یزل ہے لَقَد مَنَّ کا مفاد
اِعزازِ لَا یَزُول لقد جاء کم رسول

وہ انفس و رؤف و رحیم و شفیق ہیں
ہے شاہد عدول لقد جاء کم رسول

وجہِ فتوحِ غیب فَتَحنَا کا وِرد ہے
اور کنجی قبول لقد جاء کم رسول

ویسے تو سارا گلشن مصحف ہے لاجواب
پر ہے جدا یہ پھول لقد جاء کم رسول

ہے دال حسن فرحت مولد پہ عقل اور
من جملہ نقول لقد جاء کم رسول

منکر کو کُلُّ بِدعَہ ضَلالَہ تو یاد ہے
لیکن گیا ہے بھول لقد جاء کم رسول

اپنا بحالِ وَجد معظمؔ یہ وِرد ہے
قد جاء کم رسول لقد جاء کم رسول

**نتیجۂ فکر**
محمد مُعَظَّم سدا معظم مدنی، ملتان

## حمد وثنا کی ضو

صحن حرم میں اتری ہے لطف وعطا کی ضو
آئے حضور بس گئی ہر سو وفا کی ضو

وحدت کا نور چھا گیا پھیلی حرا کی ضو
ظلمت کدوں پہ جب پڑی شمس الضحیٰ کی ضو

منگتا بھی داتا بن گئے فیض رسول سے
چمکی جو نا مرادوں پہ جود و سخا کی ضو

بیواؤں اور یتیموں کو حاصل ہوا کمال
جیسے ہی پھیلی بعثت خیر الوریٰ کی ضو

روشن بصیرتیں بھی بصارت کے ساتھ ہوں
بس جائے جس کے دل میں حبیب خدا کی ضو

ماہِ مدینہ قبر میں تشریف لائیں گے
تا حشر جگمگائے گی بدرالدجیٰ کی ضو

تہذیب کے شعور سے عاری تھا کُل جہاں
بخشی رسولِ پاک نے سب کو حیا کی ضو

وردِ دُرود رکھتا ہے روشن دل و نظر
کیا ہی سکون بخش ہے صلِ علیٰ کی ضو

قسمت پہ اپنی کیوں نہ مشاہدؔ کو ناز ہو
اُس کو ملی نصیب سے حمد و ثنا کی ضو

## ہم بھی دُرود پڑھ کے بناتے رہے چراغ

عشق نبی کے ہر سو جلاتے رہے چراغ
یوں ہم عداوتوں کے بجھاتے رہے چراغ

اوہام کے اندھیروں میں اللہ کے حبیب
نورِ یقیں کے دل میں بساتے رہے چراغ

ظلمت کدوں میں شرک کے، سرکارِ دوجہاں
وحدت کے چارسمت سجاتے رہے چراغ

ذکرِ رسولِ پاک کی محفل میں رات بھر
یادوں میں اُن کی اشک بہاتے رہے چراغ

امن و اماں کے داعی شہنشاہِ انبیا
ظلم وستم کے سارے ہٹاتے رہے چراغ

جن کو ملا حضور سے ادراکِ نظم و ضبط
حُسن عمل کے خود وہ لگاتے رہے چراغ

جب بھی مشاہدؔ ہم پہ ہوا زورِ تیرگی
ہم بھی دُرود پڑھ کے بناتے رہے چراغ

عرض نمودہ: محمد حسین مشاہدؔ رضوی، ۱۸ نومبر ۲۰۲۱ء، شب جمعہ

## افضل واخیار صحابہ

پائے گا جناں جو ہے وفا دارِ صحابہ
ناری ہے جو ہے دشمن و غدارِ صحابہ

غیروں کو تھے اللہ کی تلوار صحابہ
اپنوں میں تھے ریشم سے نرم تار صحابہ

ہے آج بھی اسلام جو ناقابلِ تسخیر
ہیں اس کی بنا، چھت، در و دیوار صحابہ

ہیں خیر رُسل آقا تو اللہ نے ان کی
خدمت کو دیے افضل و اخیار صحابہ

# استغاثہ

بارگاہ غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

اُمّت پہ ہے رنج و الم کی زَد
یا غوث مدد ، یا غوث مدد
کر دیجیے ساری بلائیں رَد
یا غوث مدد یا غوث مدد

قابو میں زمانے کی دھڑکن
قبضے میں دیا ہے رب نے گگن
ہے نبض جہاں پر تیرا ید
یا غوث مدد یا غوث مدد

جامہ پہنے لا خوفٌ کا
ہے تاجِ سِیادت سر پہ رکھا
یوں رب نے بڑھایا تیرا قد
یا غوث مدد یا غوث مدد

حالات کے ماروں کی سن لو
بجھتے ہوئے تاروں کی سن لو
ہے جبر اَندھیروں کا بے حد
یا غوث مدد یا غوث مدد

طوفاں میں ہے ملت کی کشتی
ہے تیرے کرم پر آس لگی
ایسے میں تری آ جائے رَسَد
یا غوث مدد یا غوث مدد

ہو بابری مسجد پھر تعمیر
شاداب ہو پھر باغِ کشمیر
ہو دشمن دیں پر قہر اشد
یا غوث مدد یا غوث مدد

سب غوث و قطب ابدال و ولی
کرتے ہیں ثنا تری عظمت کی
سب سے اونچی تیری مسند
یا غوث مدد یا غوث مدد

فریاد کے آنسو بہتے ہیں
دُکھ درد و الم یہ کہتے ہیں
ہو چارہ گری اے دیں کے اسد

خوشنودی مولا و محبت میں نبی کی — قربان کیے خانداں ، گھر بار صحابہ
آ قا کی حفاظت کے لئے جنگ اُحد میں — ہر بار لیے سینے پہ ہر وار صحابہ
سونے کے پہاڑوں سے بھی محبوبِ خدا کو — آدھا کلو جَو لائیں جو اِک بار صحابہ
ہم بحر مصائب سے نکل جائیں گے کیونکہ — اولادِ نبی کشتی ہیں پتوار صحابہ
دنیاوی حکومت بھی خدا ہم کو ہی دے دے — اپنائیں اگر سیرت و کردارِ صحابہ
یارب اسی مشروب کا اکبر بھی ہے طالب — تا عمر جو پی کر رہے سرشار صحابہ

گلستان بخشش، از: محمد اکبر علی برکاتی، بندیل کھنڈ

# منقبت

## درشانِ فرید دین وملت، تاجدارِ اہل نظر، گل گلزار چشتیت
## حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان

تاج دارِ محفل اہل نظر ، گنج شکر — ناشر اسلام ، دیں کے راہبر گنج شکر
اے فرید الدین! تیری سب ادائیں لاجواب — زندہ باد اے عشق و عرفاں کے گُہر گنج شکر
اے امین رازِ حق ، اے گوہر عشقِ رسول — عالم صدق و صفا کے تاجور ، گنج شکر
اے نظام الدیں کے مرشد، اے طریقت کے امیر — اے معین و غوث کے فیض نظر گنج شکر
تیری فطرت میں ہے لاخوفٌ علیہم کا جمال — ظلمت غم میں ہے تو مثل سحر ، گنج شکر
دست عیسیٰ کی جھلک تیری مسیحائی میں ہے — قدرتی دار الشفاء ہے تیرا گھر گنج شکر
شیخ قطب الدین کا آئینہ ہے تیری حیات — مسند عزت پہ تو ہے جلوہ گر گنج شکر
صابر کلیئر کو تجھ سے روشنی ایسی ملی — بن گئے تیرے فلک کے وہ قمر گنج شکر
تیرے جلوؤں سے منور ہے جہانِ معرفت — چشتیت کے اے ہلالِ معتبر گنج شکر
تم سراپا ناز ہو اور ہم سراپا دھول ہیں — زیر سے کر دو شہا ہم کو زبر گنج شکر
آپ کی بندہ نوازی ، راحت خَلق خدا — آپ کا کردار ، تسکینِ بشر ، گنج شکر
آپ سے امید رکھتے ہیں تمناؤں کے باغ — کیجیے پھل دار ، ہستی کے شجر گنج شکر
آپ نے ہم کو دیا میٹھی نمازوں کا شعور — اب بھی جاری ہے وہ تقسیم شکر ، گنج شکر
آبرو بھیگے ہوئے لفظوں کی رکھ لیجے شہا — ہنس پڑے تیرے کرم سے چشم تر، گنج شکر
اہل ملت پر تری ماں کا بڑا احسان ہے — قوم کو بخشا ، ترے جیسا پسر گنج شکر
تیرے در سے بٹ رہا ہے سید بطحا کا فیض — تیرا لنگر عام ہے ہر ایک پر ، گنج شکر
ہے وظیفہ اہل دل کا ''حق فرید'' و ''یا فرید'' — جس سے روشن ہیں غلاموں کے جگر، گنج شکر
فضلِ مولیٰ سے تری نسبت فریدیؔ کو ملی — رُوے ہستی پا گیا ، حُسن ہنر گنج شکر

یا غوث مدد یا غوث مدد
فار جفا پر آمادہ
غدّار صَفِ دشمن میں کھڑا
ڈھائے ہے ستم آپس کا حسد
یا غوث مدد یا غوث مدد
زنجیر ستم کی کٹ جائے
باطل کا زور سمٹ جائے
ناکام ہو ہر اک چشم بَد
یا غوث مدد یا غوث مدد
حسنین و علی کے اے پیارے
زہرا کی نگاہوں کے تارے
جانِ حیدر ، شانِ احمد
یا غوث مدد یا غوث مدد
تجھ سے باطل مغلوب ہوا
ہر دشمن دیں مَرعوب ہوا
اب پھر سے اٹھے نُصرت کا یَد
یا غوث مدد یا غوث مدد
ملت کو سنوارا ہے تو نے
یہ باغ نِکھارا ہے تو نے
تری ذات ہے شانِ ربِّ صمد
یا غوث مدد یا غوث مدد
مایوس نہیں شیدا تیرے
ہوں گے نہ گدا رُسوا تیرے
یہ نسبت ہے عزت کی سَنَد
یا غوث مدد یا غوث مدد
ترا کاشانہ آباد رہے
ہر چاہنے والا شاد رہے
یوں ہی چمکے تیرا گنبد
یا غوث مدد یا غوث مدد
مولیٰ نے دیئے رُتبے ایسے
حاصل ہیں تجھے جلوے ایسے
حیراں ہے فریدیؔ کی عقل وخِرد
یا غوث مدد یا غوث مدد

# یادِ امام العلماء

مفتی شبیر حسن قادری رضوی، سابق شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد

تری صحبت نے جس جس کو سنوارا، یاد کرتا ہے — تجھے اے نیّرِ فن ! ہر ستارا یاد کرتا ہے
اے شبیر حسن ! فخر زمن، اے علم کے مخزن — جہانِ عشق و عرفاں تجھ کو سارا یاد کرتا ہے
رواں ہیں ”جامعہ اسلامیہ“ کی آنکھ سے آنسو — چلے آؤ کہ یہ علمی منارہ یاد کرتا ہے
جہاں پر بیٹھ کر تدریس کے گوہر لٹاتے تھے — نہیں ہو تم، تو اُس کا ہر نظارا یاد کرتا ہے
ترے جانے سے ایوانِ فقاہت ہو گیا سُونا — دیارِ سنیت کا ہر ادارہ یاد کرتا ہے
رضا کا عشق لے کر نجدیت پر شعلہ باری کی — یدِ باطل شکن سے جس کو مارا، یاد کرتا ہے
کوئی اُس بارگاہِ ناز میں یہ عرض پہنچا دے — دل وجاں سے ہر اک شیدا تمہارا یاد کرتا ہے
ملے گا ایسا استاذ و مربی اب کہاں ہم کو — تری فرقت میں دل ہے پارا پارا، یاد کرتا ہے
بڑی اپنائیت کا رنگ ، بیحد خوش ادا ہستی — ہر اک عاشق تری شفقت کا دھارا یاد کرتا ہے
تری تنبیہ میں بھی تھے مُروّت کے کئی درپن — جگر اب بھی وہ لہجہ پیارا پیارا یاد کرتا ہے
وہ جس میں عظمتوں کے سیکڑوں اسباق پنہاں تھے — زمانہ وہ ادائیں ، وہ اشارہ یاد کرتا ہے
شہ کونین کے صدقے ، لحد گلزار ہو تیری — دعا کے پھول لے کر دل ہمارا یاد کرتا ہے
فریدیؔ کے لبوں کو فرطِ غم نے کر دیا ساکت — دل اپنا درد کر کے آشکارا ، یاد کرتا ہے

از: فریدی صدیقی مصباحی مسقط عمان، ساکن حال بارہ بنکی، یوپی، انڈیا، 8127064106

# نعرۂ مستانہ

یہ کام کریں گے علی الاعلان کریں گے — گستاخ کو فی النار بصد شان کریں گے
گستاخ کا سر تن سے جدا ہو کے رہے گا — تجدید وفا سارے مسلمان کریں گے
ہر قطرۂ خوں دے گا محمد کو سلامی — ہم زیست کے صحرا کو گلستان کریں گے
جو یانِ شہادت ہیں ہمیں موت سے کیا ڈر — جاں فخر سے سرکار پہ قربان کریں گے
ہم نے یہ روش سیکھی ہے مردانِ عرب سے — ”ناموسِ رسالت پہ فدا جان کریں گے“
تفسیر وفا لکھیں گے ہم خون سے اپنے — چشمانِ ملائک کو بھی حیران کریں گے
لے آئیں گے نذرانۂ جاں برسرِ مقتل — جب حکم ہمیں سید و سلطان کریں گے
زندہ نہیں چھوڑیں گے انہیں زیر فلک ہم — جو سرزنشِ صاحبِ قرآن کریں گے
گستاخِ پیمبر کی میں جب ہجو لکھوں گا — تصدیق مری حضرتِ حسان کریں گے
وہ حلقۂ تسکیں میں رہیں گے بہ فراغت — جو ذکرِ نبی زیست کا عنوان کریں گے
مٹ جاؤں اگر حرمتِ آقا پہ میں فاضل — جنت میں تواضع مری رضوان کریں گے

نعرہ ساز: فاضل میسوری

## مکرمی مولانا محمد ظفرالدین برکاتی مصباحی دام ظلہ، مدیر ماہنامہ کنزالایمان دہلی، سلام مسنون

محب العلماء والصلحاء ہمدردِ مسلک وجماعت، ناشر افکارِ اعلیٰ حضرت، حضرت حافظ الحاج محمد قمرالدین رضوی مرحوم ومغفور مالک رضوی کتاب گھر دہلی کی وفات حسرت آیات کی اطلاع پاکر کافی غم زدہ وشکستہ دل ہوا۔ میں اُن ایام کو کیسے بھول سکتا ہوں کہ جب موصوف نے بھیونڈی میں اپنی چھوٹی سی دوکان بنام'' رضوی کتاب گھر'' کے سفر کا آغاز اللہ بھروسے کیا تھا۔ بے سروسامان تھے۔ اسباب ووسائل سے تہی دامن تھے۔ پونجی کے نام پر پسماندگی کے شکار تھے۔ اردگرد یارومددگار اور اعوان وانصار کی ٹولی نہیں تھی۔ وہ تنہا تھے اور سامنے ہمالیائی عزائم ومقاصد۔ اِن پر درد وافسوسناک حالات وماحول میں یقیناً اللہ کریم کی ہی وہ نصرت وتائید، رسالت مآب ﷺ کی رحمت وعنایت، اسلاف کرام کی نوازش وحمایت اور اکابر واصاغر ملت ومسلک کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ جس نے انہیں اپنے عزائم ومقاصد میں فرش سے عرش تک پہنچادیا۔ کتب ورسائل کی طباعت واشاعت، خرید وفروخت اور لین دین جووقت کی اہم ضرورت وشدید تقاضا تھا۔

اِس بیڑے کو جن دنوں انہوں نے اٹھایا تھا تو اس حوالے سے اس میدان میں ملک گیر سطح پر گنے چنے ہی لوگ تھے۔ چار دہائیوں کا سفر جو سنگلاخ وادیوں سے طے ہو کر ہو، معمولی نہیں ہوتا، تاریخی وعہد آفریں ہوتا ہے۔ کہاں بھیونڈی کی تنگ گلی کا ننھا سا پودا'' رضوی کتاب گھر'' اور کہاں شہر دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد کے سائے میں تناور دخت کی طرح یہ'' رضوی کتاب گھر''

گر پڑا ، گر کر اُٹھا ، اُٹھ کر چلا ۔۔۔ اِس طرح طے کی ہیں ہم نے اپنی منزلیں

بیشک'' رضوی کتاب گھر'' کے جو کچھ جتنا کچھ، سب کچھ وہی تھے۔ انہوں نے تسمیہ پڑھی تھی، انہوں نے ہی خشت اول رکھی تھی۔ انہوں نے ہی گارے چونے کا جگاڑ کیا تھا، وہی قلب تھے، وہی قالب تھے، وہی روح تھے، وہی جان تھے لیکن ساری بات یہیں ختم ہوجاتی ہے کہ للہ مَا اَخَذَ وَ اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ وہ گئے لیکن'' رضوی کتاب گھر'' نہیں گیا ہے۔ آپ اور آپ کے ہمراہیوں کی توانا مٹھی میں بحمدہ تعالیٰ وتقدس محفوظ ومامون اور زندہ وپائندہ ہے۔ کتب ورسائل کی طباعت واشاعت کے ذریعے اہل سنت والجماعت کی ترویج وتبلیغ، عقائد حقہ کے ابلاغ وترسیل، نظریات باطلہ کی تردید وابطال، صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل اور ماحول وفضا کی تطہیر وتنزیہ کا مشن انہوں نے چھوڑا ہے۔ آپ تمام حضرات گرامی بلاشبہ اس کے امین وپاسبان ہیں۔ زمانہ باخبر ہے کہ آپ لوگوں کی رگوں میں وہی گرم لہو، پہلو میں وہی ڈھڑکتا دل، روح میں وہی عزم وحوصلہ اور جان وجگر میں وہی فولادی قوت وتوانائی، دست وبازو میں وہی صلاحیت وقابلیت اور ذہن وفکر میں وہی رنگ ومہک موجود ہے تو پھر'' رضوی کتاب گھر'' جس طرح اُن کے عین حیات میں بصفت سیل رواں جادہ پیما تھا، اب بھی بصفت سیل رواں جاری ساری رہے اور پروازِ شاہین سے ہمکنار نظر آئے۔'' رضوی کتاب گھر'' کے آپ جملہ شرکائے سفر سے یہی امید ہے۔

خدا کرے حضرت موصوف کی امانت حفظ وامان میں رہے اور ماضی کی طرح حال ومستقبل میں بھی اس کا سلسلہ سفر تب وتاب اور جاہ وجلال کے ساتھ چلتا رہے۔ آپ حضرات جواں سال ہیں، جواں فکر وخیال والے ہیں، جواں عزم وحوصلہ والے ہیں۔ جواں امنگ وترنگ والے ہیں۔ خوابیدہ روح بیدار ہے، نظر ضرور آسمانوں پر ہوگی، قصر سلطانی پر نشیمن نہیں ہوسکتا، شاہین کا آشیانہ پہاڑوں کی چٹانوں پر ہوتا ہے۔ غالب نے کہا:

افکارِ تازہ سے ہے جہانِ تازہ کی امید ۔۔۔ کہ ہوتے ہیں سنگ وخشت سے جہاں پیدا

آپ کا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی، خانقاہ لطیفیہ، رحمٰن پور، بارسوئی، کٹیہار (بہار) ۱۱ نومبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات

## جشن یوم رضا خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ کٹیہار

۲۵ صفر ۱۴۴۳ھ/ ۳، اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار سیمانچل کی ڈیڑھ سو سالہ قدیم مشہور ومعروف مرکزی خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور بارسوئی کٹیہار (بہار) کے زیر اہتمام مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (متولد ۱۲۷۲ھ/ وصال ۱۳۴۰ھ) کی علمی قلمی روحانی خدمات وکارناموں کی یاد اور اُن کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کی غرض سے ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں تقریر وبیان اور نعت ومنقبت کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ عظمت الوہیت ورسالت اور ناموس اولیاء وصوفیہ کے تعلق سے حضرت ممدوح کی تاریخی کاوشیں یاد کی گئی۔ ان کے اخلاق کریمانہ اور حسن کردار وعمل کے صوفیانہ نقوش پر چلنے کی تلقین کی گئی۔

مولانا شوکت علی اشرفی، مولانا انوار القادری، مولانا مفتی شمیم اختر تحسینی، صدر المدرسین وصدر شعبہ افتاء خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور تکیہ شریف، مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی، مدرس مدرسہ ہذا، مولانا وحید نواز لطیفی مصباحی خانقاہ لطیفیہ نے خطاب کیا۔ شعراء اور نعت ومنقبت خواں

حضرات میں عزیزم مولوی ریحان رضا، عزیزم مولوی فرمان علی اور عزیزم مولوی نبیل رضا متعلمین مدرسہ ہذا تھے۔

مولانا شمیم اختر تحسینی پورنوی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری وہ خداداد ذہانت وثقابت کے مالک تھے کہ آپ نے کم سنی سے ہی تدریس وتقریر اور خصوصیت کے ساتھ تصنیف وتالیف میں وہ محیر العقول کارنامے کا آغاز فرمایا کہ جسے دیکھ کر ایک جہاں دنگ وحیرت زدہ رہ گیا۔ دین ومسلک کی ترویج واشاعت اور جملہ فرقہائے باطلہ وعاطلہ کی تردید وابطال کے تعلق سے آپ بے پناہ شعور وادراک اور قلبی اضطراب وسیماب صفت درد رکھتے تھے۔ نتیجتاً چھیالیس برس کی مختصر مدت میں ہی تقریباً ڈھائی سو تصنیفات وتالیفات کا عظیم پشتارہ لگا دیا۔ خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی جن کی تقریر مختصر مگر ولولہ انگیز تھی، نے کہا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے جس طرح اپنے قلم خارا شگاف سے اہل باطل کی سرکوبی اور استیصال فرمایا اُن کے گندے وگمراہ کن عقائد وخیالات کو طشت ازبام کرتے ہوئے جملہ اسلامیان عالم کے عقائد حقہ کے تحفظ وصیانت کا سامان فراہم کیا، وہ ہماری مذہبی وملی اور مسلکی وجماعتی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ ان کے خطاب کے بعد صلاۃ وسلام اور قل خوانی کے ساتھ اجلاس ختم ہوا۔

اطلاع: شعبہ نشرواشاعت خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور، تکیہ شریف، بارسوئی، کٹیہار (بہار) 9572764074, 9720463724

# عید میلاد النبی کی محفل میں لیے گئے اقدامی فیصلے

## غوثیہ مسجد جسولہ گاؤں اوکھلا میں گستاخان رسول اور قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ

نام نہاد مسلم دانشوروں اور موسمی مفکرین کا یہ نظریہ، قوم کو بے حس بنانے والا ہے کہ دو چار سرپھروں اور چند ضمیر فروشوں کی سیاسی بیان بازی پر ردِ عمل ظاہر کرنے کے لئے احتجاجی مظاہرے، کاروبار بازار کی بندی اور معمولات زندگی کو خراب کرنے کا فیصلہ عقل مندی نہیں کا کام نہیں لیکن وہ بھول گئے کہ الیکشن کے موسم میں ان چند سرپھروں نے کس کی شان میں گستاخی کی ہے اور کس پاک ذات کو گالی دی ہے اور کیسی مقدس کتاب کو جلایا ہے۔ اگر شان رسالت میں ہونے والی دانستہ گستاخی اور قرآن پاک کی بے حرمتی کو یوں ہی نظر انداز کرتے رہے تو عام دِنوں اور نارمل حالات میں بھی شان رسالت میں گستاخی کو جرم اور گناہ نہیں تسلیم نہیں کیا جائے گا جب کہ پیغمبر اسلام، صحابہ کرام کی شان میں گستاخی اور قرآن پاک کی بے حرمتی کسی بھی حال میں قابل برداشت نہیں، اس لئے عید میلاد النبی کا جلسہ جلوس اور کانفرنس کرنے والے بروقت اپنی غیرت ومحبت کا مظاہرہ کریں اور قانونی کارروائی کے لئے اقدامی عمل شروع کریں۔

۱۳ نومبر ۲۱۲۱ء کو ہفتے کے دن بعد نماز عشا غوثیہ فلاح ملت فاؤنڈیشن جسولہ کے زیر اہتمام غوثیہ مسجد میں منعقد سالانہ میلاد النبی کی محفل میں خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد ظفر الدین برکاتی (صدر اہل سنت اکیڈمی دہلی) نے یہ ایمان افروز باتیں کہیں اور دہلی کے مختلف علاقوں میں مرتد وسیم رشدی اور یتی نرسنگھانند کے ساتھ تریپورہ کی ریلی میں کی گئی شان رسالت میں گستاخی کے خلاف احتجاجی کوششوں کا خلاصہ پیش کیا۔ ماہ نامہ غوث العالم کے مدیر مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے کلیدی خطاب میں کہا کہ عدالتی فیصلے، بعد کے لئے معاون نظیر ہوا کرتے ہیں اور مجرموں کے لئے ہدایت کا سبب بنتے ہیں، اس لئے بھارت کے مسلمانوں کو اپنے نبی کریم کی عزت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے قانونی چارہ جوئی پر زیادہ توجہ دینا چاہیے تا کہ آج کی دستوری کامیابی مستقبل کی کامیابی کے لئے نظیر بن جائے اور مجرموں کو قرارِ واقعی سزا ملے۔

غوثیہ فلاح ملت فاؤنڈیشن کے چیئرمین مولانا زین اللہ نظامی نے بتایا کہ ہم نے جامعہ نگر اوکھلا کی مسجدوں کے امام صاحبان اور ذمے داروں سے رابطہ کر کے ایک اجتماعی شکایت نامے پر دستخط کرنے کرانے کی مہم شروع کی ہے اور ساوتھ ایسٹ دہلی کے اعلیٰ افسران سے ملاقات کر کے اوکھلا کے مسلمانوں کا شکایت نامہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی سبھی حاضرین اور علمائے کرام نے حمایت کی ہے، اس کے بعد گرفتاری اور قانونی کارروائی کے لئے ایف آئی آر درج کرنے کی باضابطہ عملی تحریک شروع کر رہے ہیں جس میں کامیابی کے لئے دہلی کے سبھی مسلمانوں کی غیرت مندانہ حمایت ضروری ہے۔ لمرا فاؤنڈیشن کے چیئرمین مولانا اقلیم رضا مصباحی نے تریپورہ کے حوالے سے سرگرم تنظیموں رضا اکیڈمی، تحریک فروغ اسلام اور سنی جمعیت علمائے ہند کی کوششوں کو سراہا اور دہلی میں ہر پیش قدمی کے لئے عملی تعاون کا وعدہ کیا۔

صلوٰۃ وسلام کے بعد سبھی علمائے کرام اور حاضرین نے مرتد وسیم رشدی اور اُس کے گرو یتی نرسنگھانند کی فوری گرفتاری اور سخت قانونی کارروائی کی مانگ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں اسٹیکر بینر اور پمفلٹ لیے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا۔ محفل میں مسجد عمر فاروق شاہین باغ کے امام مولانا محمد اعظم رضوی، مولانا غفران احمد خان، التمش انصاری، سراج الدین صدیقی اور مقامی عوام وخواص نے شرکت کی۔ جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مدن پور کھادر اور مدرسہ غوثیہ نظام العلوم جسولہ کے اساتذہ اور طلبہ بھی شریک ہوئے۔

رپورٹ: حافظ محمد تحسین رضا، ایم ایس او آف انڈیا (دہلی یونٹ)

# نبی کے ساتھ علی کی ذات، امت مسلمہ کے درمیان نقطہ اتحاد

جماعت اہل سنت کرناٹک اور علما و مشائخ بورڈ دہلی کے زیر اہتمام اسلامک سینٹر نئی دہلی میں ''شرح خصائص علی'' کی رونمائی اور علمائے کرام کا خطاب

۱۶ ،نومبر ۲۰۲۱ء کو منگل کے روز صبح دس بجے سے تین بجے تک جماعت اہل سنت کرناٹک اور آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ کے زیر اہتمام انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر نئی دہلی میں حضرت امام نسائی کی مشہور زمانہ کتاب خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ''شرح خصائص علی'' (شائع کردہ: ڈاکٹر سید افضل پیرزادہ ریسرچ سینٹر) کی رونمائی کا شاندار اجلاس منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک (ترکی، عراق، ایران اور انڈونیشیا) کے سفیر حضرات، قونصل خانوں کے مندوبین، دہلی و بیرون دہلی کے علمائے کرام مشائخ عظام، خواجگان دہلی کی چوکھٹوں کے سجادگان، یونیورسٹیز کے پروفیسر صاحبان و محققین، دانشواران اور صحافی حضرات کی بڑی تعداد شریک ہوئی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ کے بانی و صدر حضرت سید محمد اشرف اشرفی جیلانی صاحب نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ عربی زبان کے بعد فارسی زبان میں اسلامی لٹریچر کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہونے کے باوجود ابھی تک فارسی مراجع سے استفادہ کا کوئی مستحکم میکانزم تیار نہیں ہوسکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سید تنویر ہاشمی صاحب کی ٹیم اور بورڈ کے ارکان نے جو کام کر دکھایا ہے وہ قابل تعریف ہے، ان کا یہ مبارک و مسعود عمل در اصل صحابہ کرام کی سنت ہے، کیونکہ صحابہ کرام مومن اور منافق کے درمیان امتیاز، حضرت علی کے ذکر سے کیا کرتے تھے۔ علی کا کثرت سے ذکر کرنا درحقیقت صحابہ کرام کی سنت ہے اور نبی کے ساتھ علی کی ذات بھی امت مسلمہ کے لئے نقطہ اتحاد ہے۔

ترکی کے سفیر جناب فرات سونیل نے کہا کہ میں حضرت سید محمد اشرف اور حضرت سید تنویر ہاشمی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے، جس کے لئے علمی دنیا کئی صدیوں سے انتظار میں تھی۔ اس مبارک موقع پر ہماری موجودگی بجائے خود ایک تاریخی لمحہ ہے۔ عراق جمہوریہ کے ہندوستانی قونصلر جناب غازی الطوفی نے کہا کہ حضرت علی علم کا دروازہ ہیں، اگر ہمیں علم حاصل کرنا ہے تو خصائص علی کا مطالعہ کرنا ہوگا جس سے اپنی زندگیوں میں روشنی حاصل کر سکیں۔ ایران کے سفیر جناب ڈاکٹر علی چغانی نے کہا کہ حضرت علی سے محبت کرنے والوں اور اُن پر تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد سب سے زیادہ ہندستان میں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ سے محبت کرتے ہیں۔ جناب مہیش سہاریا (قونصلر آف انڈونیشیا) نے کہا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں حق اور باطل کی پہچان ہوگی جس سے ہم اپنے ممالک میں انصاف قائم کر سکیں۔

حضرت سید تنویر ہاشمی نے کہا کہ ہر دور میں خارجیت اور ناصبیت نے حضرات اہل بیت رسالت کی نہ صرف دل آزاری کی ہے بلکہ ان کو شدید تکلیفیں پہنچائی ہیں اور آج بھی ان کی اہانت و مضرت رسانی کا کوئی موقع نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی کارگر تدبیر اُس کے تدارک کے لئے کی جائے، اس کے لئے آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ اور جماعت اہل سنت کرناٹک نے طے کیا کہ ''خصائص مولیٰ علی'' کی اشاعت کی جائے۔ ہمیں ''نبی کے ساتھ علی کا علم'' لے کر کے چلنے کی ضرورت ہے۔ ہاشمی صاحب نے بتایا کہ خصائص علی کے شارح مولانا قاری ظہور احمد فیضی عظیم محقق اور مورخ ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں میرے برادرِ معظم ڈاکٹر افضل پیرزادہ مرحوم کی قربانی اور محنت کا کلیدی رول ہے۔ حاجی سید سلمان احمد چشتی اجمیری نے کہا کہ ڈاکٹر سید افضل پیرزادہ ریسرچ سینٹر کا یہ کارنامہ قوم مسلم کے لئے بڑا تحفہ ہے جسے قوم کو سنبھال کر رکھنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ سید آل مصطفیٰ عرف علی پاشا قادری (دکن) نے کہا کہ حضرت امام نسائی کا علم حدیث میں پایہ بہت بلند ہے، انہوں نے ناموس اہل بیت کی حفاظت میں اپنی جان آفریں کے حوالے کر دی۔ سید فرید احمد نظامی دہلوی نے کہا کہ ''شرح خصائص علی'' کی اشاعت موجودہ دور کی خارجیت اور ناصبیت کے منھ پر زوردار طمانچہ ہے، بنی امیہ کے دور میں جو فکر پلتی رہی، اسے یہ کتاب ہر گز ہضم

نہیں ہوئی اور جب حضرت مصنف امام نسائی نے اس کتاب کو انہیں پڑھ کر سنایا تو اُن کو نہ صرف شدید زدوکوب کیا گیا بلکہ انہیں شدت حرب وضرب سے شہید کر دیا گیا۔

پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ حضرت امام نسائی کے لئے ''خصائص علی'' کی تصنیف آسان نہیں تھی، آپ کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کتاب کی ہندستان میں اشاعت بہت پہلے ہو جانی چاہئے تھی لیکن اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کتاب کو یونیورسیٹیز کے نصاب میں داخل کرائیں جس سے دینی وعصری طلبا حضرت علی کی حیات کو سمجھ سکیں۔ پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین جواہر لال نہرو یونیورسٹی نے کہا کہ تراجم اور شروحات کا نہ صرف علم وفنون کی پرورش میں بڑا اہم رول ہے بلکہ ابلاغ وترسیل اور دعوت وتبلیغ میں بھی ان کا عظیم الشان کردار ہے۔ اگر قرآن کریم کے تراجم نہ ہوئے ہوتے اور اس کی تفاسیر نہ لکھی گئی ہوتیں، تو ہم اتنی آسانی کے ساتھ اسلام کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس لئے اس طرح کی تحقیقات اور شروحات وتراجم کی اشاعت ہوتے رہنا بہت ضروری ہے۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی قومی ترجمان آل انڈیا علما ومشائخ بورڈ نے کہا کہ جب جب اہل بیت رسالت کی عزت وآبرو پر حملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی عاشق صادق کو کھڑا کر دیا، جس نے پامردی سے دشمنان اہل بیت رسالت کا مقابلہ کیا جیسے حضرت امام نسائی نے کیا۔ ڈاکٹر واحد نظیر جامعہ ملیہ اسلامیہ نے کہا کہ خصائص علی کی تالیف وتصنیف کا پس منظر بڑا دردناک ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، میدان کربلا میں حسین اعظم کو تلواروں سے زخمی کیا گیا اور اہل بیت کو ہر دور میں بدزبانی اور سب وشتم سے زخمی کیا گیا۔ (موصوف ایک صاحب دیوان شاعر ہیں اس لئے انھوں نے نظم کی صورت میں بارگاہ مولا علی میں خراج عقیدت بھی پیش کیا)

اجلاس کا آغاز قاری سمیع اللہ قادری نے تلاوت کلام سے کیا۔ حافظ سید محمد عریض ہاشمی نے بارگاہ رسالت مآب میں نعت پاک کا حسین گلدستہ پیش کیا۔ محترم عبدالغفور جاندار نے بارگاہ مولائے کائنات میں منقبت کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت سید محمد اشرف اشرفی نے ہال میں موجود تمام خصوصی مندوبین عزت مآب فرات سونیل (سفیر ترکی) عزت مآب غازی الطوفی (عراقی قونصلر) عزت مآب مہیش سہاریا (انڈونیشین قونصلر)، عزت مآب ڈاکٹر علی چغانی (سفیر ایران) پروفیسر اختر الواسع، پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین، پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی جامعہ ہمدرد، پروفیسر واحد نظیر جامعہ ملیہ اسلامیہ، پروفیسر علیم اشرف دہلی یونیورسٹی، پروفیسر من اللہ علوی، حافظ محمد علی قادری، مفتی محمد علی قاضی مصباحی کے پرجوش استقبالیہ میں ایک مومنٹو، سنہری رومال اور خوبصورت گلدستہ پیش کیا گیا۔ ناظم اجلاس مولانا محمد علی قاضی مصباحی جنرل سکریٹری جماعت اہل سنت کرناٹکا (بنگلور) اور مولانا عظیم اشرف اشرفی سنبھلی دفتر انچارج علماء ومشائخ بورڈ دہلی نے تمام معزز مہمانوں کی خدمت میں ''شرح خصائص علی'' کا ایک ایک نسخہ پیش کیا۔ آخر میں عالمی شہرت یافتہ قوال جناب جنید سلطانی بدایونی نے اپنے احباب کے ساتھ اپنا خوب صورت کلام پیش کیا۔

اجلاس میں مولانا اشتیاق احمد برکاتی، مولانا محمد یعقوب علی خان قادری، سید شاداب حسین رضوی اشرفی، مولانا غلام رسول دہلوی، قاضی نعمان احمد اشرفی، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، مولانا عبد الکریم نوری، مولانا وسیم احمد اشرفی، قاری انصار احمد برکاتی، وکیل احمد اشرفی، مولانا مشرف حسین اشرفی، مولانا ابن علی اشرفی کے علاوہ دہلی واطراف دہلی کے درجنوں علما ومشائخ، مساجد کے امام صاحبان اور خواتین بھی نے شرکت کی۔ آخر میں صلاۃ وسلام کے بعد ملک میں امن وامان کی دعا ہوئی، بعدہ انتظامیہ کی طرف سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔

رپورٹ: محمد حسین شیرانی، شعبہ اردو جواہر لعل ہرو یونیورسٹی، نئی دہلی۔ 9718910119

## اہل سنت اکیڈمی کی مشاورتی نشست

بروز اتوار بعد نمازِ مغرب ۵ دسمبر ۲۰۲۱ء کو مہمان خانہ دار القلم دہلی میں اہل سنت اکیڈمی ذاکر نگر نئی دہلی کے ارکان کی مشاورتی نشست منعقد ہوئی جس کی صدارت، صدرِ اکیڈمی مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے کی۔ ماہانہ اور سالانہ آمدنی کے ذرائع اور ممکنہ فلاحی اخراجات پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ انتخاب نو کے بعد کی دستاویزی کارروائیوں پر بھی گفتگو ہوئی اور مرحوم ارکان و بانیان کو یاد کیا گیا۔

اطلاع امجد رضا علیمی، صدر المدرسین مدرسہ دار القلم، دہلی

اپنا نام پتہ درست کرالیں
دفتر کے رجسٹر میں درج ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کے اعزازی ممبران اور عمومی خریدار صاحبان کے نام، پتے، فون نمبر، موبائل اور پن کوڈ کی جانچ کر کے نیا اِندراج رجسٹر بن رہا ہے، زرِ سالانہ ادا کرنے والے جو بھی اس کے قارئین ہیں، اُن سے گزارش ہے کہ رومن انگلش میں اپنے معروف نام، علاقے میں مشہور عرفی نام ولقب، موبائل نمبر اور پن کوڈ لکھ کر بھیج دیں، واٹس ایپ کردیں یا پھر میل کردیں۔
جن حضرات نے زرِ سالانہ براہ راست جمع کیا تھا، منی آرڈر کیا تھا اکاؤنٹ میں جمع کرایا تھا لیکن اُنھیں ماہ نامہ نہیں ملتا ہے، وہ لوگ موبائل نمبر کے ساتھ یہ بھی لکھیں کہ فلاں مہینے اور فلاں وقت سے نہیں ملتا ہے۔
جن حضرات کے حوالے سے یقین کرنا مشکل ہوگا کہ انھیں ماہ نامہ ملتا ہے تو پھر جنوری سے ماہ نامہ بند کردیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جنھیں دفتر سے رسالہ جاتا ہے لیکن اُنھیں ملتا نہیں تو بند کرنا ہی بہتر ہوگا۔
Email.:kanzuliman.delhi@gmail.com
9911971593:
9350505879
Paytm
78274 20875

RNI No. 69814/98
Date of Publishing 5 & 6
Posted At Delhi RMS & G.P.O. Delhi-110006
"KANZUL IMAN" MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, DL-6, 011-23264524
POSTAL REGD. No. DL (DG-11) / 8055/2021-2023
Date of Posting 10 & 12 EVERY ADVANCED MONTH
January- 2022
Rs.25/-
weight 90 grams
Total 68 Pages With Title Cover
Editor: Mohammed Qamruddin Razvi
PRINTED AT : JAVEED PRESS 2096 RODGRAN, LAL KUAN, DELHI-110006